هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد13

جمعۃ المبارک 13/جنوری 2006ء

12/ذوالحجہ 1426 ہجری قمری 13/صلح 1385 ہجری شمسی

شمارہ 02

رزق میں کمی کی وجہ

حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ نیکی کے علاوہ اور کوئی چیز عمر نہیں بڑھاتی اور دعا کے علاوہ تقدیر الٰہی کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی۔ اور انسان اپنی خطاؤں کی وجہ سے رزق سے محروم کیا جاتا ہے‘‘۔

(سنن ابن ماجه مقدمه باب فی القدر)

﴿ارشادات عالیه سیدنا حضرت مسیح موعود علیه الصلوٰة والسلام﴾

شہادت کا ابتدائی درجہ خدا کی راہ میں استقلال اور ثبات قدم ہے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے کے یہ معنی نہیں کہ انسان خواہ مخواہ لڑائیاں کرتا پھرے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام اور اوامر کو، اُس کی رضا کو اپنی تمام خواہشوں اور آرزوؤں پر مقدم کرے۔ یہی وہ امر ہے جو مَیں اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

مجھے افسوس ہوتا ہے کہ جب کثرت سے ایسے خطوط آتے ہیں کہ جن میں دُنیا اور اس کی خواہشوں کا ذکر ہوتا ہے اور لکھا جاتا ہے کہ میرے لئے فلاں امر کے واسطے دعا کرو۔

تمہیں چاہئے کہ خالصۃً اللہ کے لئے ہو جاؤ ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو مقدم کرو گے تو یقیناً سمجھو دنیا میں بھی ذلیل اور خوار نہیں رہو گے۔

’’یہ بھی یاد رکھو کہ یہی شہادت نہیں کہ ایک شخص جنگ میں مارا جائے بلکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدم رہتا ہے اور اس کے لئے ہر دکھ درد اور مصیبت کو اٹھانے کے لئے مستعد رہتا ہے اور اٹھاتا ہے وہ بھی شہید ہے۔ شہید کا مقام وہ مقام ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کو گویا دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کی قدرتوں اور تصرفات پر وہ اس طرح ایمان لاتا ہے جیسے کسی چیز کو انسان مشاہدہ کر لیتا ہے۔ جب اس حالت پر انسان پہنچ جاوے پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا بلکہ وہ اس میں راحت اور لذت محسوس کرتا ہے۔ شہادت کا ابتدائی درجہ خدا کی راہ میں استقلال اور ثبات قدم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص نہ مرا اللہ کی راہ میں اور نہ تمنّا کی، مر گیا وہ نفاق کے شعبہ میں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کامل مومن نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنا دُنیا کی زندگی سے وہ مقدم نہ کرے۔ پھر یہ کیسا گراں مرحلہ ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے دنیا کی حیات کو عزیز سمجھا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے کے یہ معنے نہیں کہ انسان خواہ مخواہ لڑائیاں کرتا پھرے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام اور اوامر کو، اس کی رضا کو اپنی تمام خواہشوں اور آرزوؤں پر مقدم کرے۔ اور پھر اپنے دل میں غور کرے کہ کیا وہ دنیا کی زندگی کو پسند کرتا ہے یا آخرت کو اور خدا کی راہ میں اگر اس پر مصائب اور شدائد بھی پڑیں تو وہ ایک لذّت اور خوشی کے ساتھ انہیں برداشت کرے اور اگر جان بھی دینی پڑے تو تردّد نہ ہو۔

پس یہی وہ امر ہے جو مَیں اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ ان میں صحابہؓ کا نمونہ قائم ہو۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ جب کثرت سے ایسے خطوط آتے ہیں کہ جن میں دُنیا اور اس کی خواہشوں کا ذکر ہوتا ہے اور لکھا جاتا ہے کہ میرے لئے فلاں امر کے واسطے دعا کرو، میری فلاں آرزو پوری ہو جائے۔ بہت ہی تھوڑے لوگ ہوتے ہیں جو محض خدا کی رضا ہی کو مقدم کرتے ہیں اور اسی کی ہی خواہش اور آرزو کرتے ہیں۔

بعض ایسے ہوتے ہیں کہ مکر سے لکھتے ہیں۔ یعنی پہلے تو ذکر کرتے ہیں کہ آپ دعا کریں کہ ہمارے دل میں ذوق شوق عبادت کا پیدا ہو جاوے اور یہ ہو اور وہ ہو۔ پھر آخر میں اپنی دنیوی خواہشوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ مَیں ایسی بدبودار تحریروں کی شناخت کر لیتا ہوں کہ ان کی اصل غرض کیا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اور وہ نیّات کو خوب دیکھتا ہے۔ اس طرح پر تو گویا خدا کو دھوکہ دینا ہے۔ اس طریق کو بالکل چھوڑ دینا چاہئے۔ تمہیں چاہئے کہ خالصۃً اللہ کے لئے ہو جاؤ ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو مقدم کرو گے تو یقیناً سمجھو دنیا میں بھی ذلیل اور خوار نہیں رہو گے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے لئے غیرت ہوتی ہے۔ وہ خود ان کا تکفّل فرماتا ہے۔ اور ہر قسم کی مشکلات سے انہیں نجات اور مخلصی عطا فرماتا ہے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر تم میں وہ تخم بویا گیا جو صحابہؓ میں بویا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ ہر طرح اپنا فضل کرے گا۔ ایسے شخص پر کوئی حملہ نہیں کر سکتا۔ اس امر کو خوب یاد رکھو۔ اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا اور مضبوط تعلق ہو جاوے تو پھر کسی کی دشمنی کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ مَیں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میرے نزدیک عیسیٰ یا موسیٰ کا دعویٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ مَیں مقام رضا حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہی سب کو کرنا چاہئے۔ یہ اس کا فضل اور محض فضل ہے کہ وہ اپنے انعامات سے حصّہ دے اور اس کے حضور کوئی کمی اور اس کی ذات میں کوئی بخل نہیں۔ یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہئے۔ میرے نزدیک جو شخص ایسا گمان کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اگر انبیاء و رسل کے انعامات کو حاصل نہیں کر سکتا تو پھر دنیا میں ان کے آنے سے کیا فائدہ اور کیا حاصل؟ خدا تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرنے والوں اور راستبازوں کی ساری امیدوں کا خون ہو جاوے۔ اور وہ تو گویا زندہ ہی مر جاویں مگر نہیں ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص پر وہی انعام کر سکتا ہے جو اس نے اپنے برگزیدہ بندوں پر کئے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس قسم کا دل اور اخلاص لے کر اس کے حضور آؤ‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ423-425 جدیدایڈیشن)

کوئی قومی ترقی بغیر اولاد کی قربانی کے نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنی اولادوں کو خدا کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(عیدالاضحیہ میں پنہاں ایک عظیم الشان سبق)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 14/اکتوبر 1948ء کو منٹو پارک لاہور میں خطبہ عیدالاضحیہ میں فرمایا:

''...... یہ عید جو عیدالاضحیہ کہلاتی ہے یعنی قربانیوں کی عید کس طرح شروع ہوئی اور کس واقعہ کی یاد میں مقرر ہوئی؟ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہمیشہ مسلمانوں میں بیان ہوتا چلا آیا ہے اور قریباً تمام تعلیم یافتہ لوگ اس سے واقف ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کی ایک رؤیا کی بناء پر، ایک ارشادِ الٰہی کی بناء پر۔ اور خدا نے ان کے اس فعل کو پسند فرما کر حکم دیا کہ تم بکرے کی قربانی کرو، بیٹے کی قربانی نہ کرو۔

مَیں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو یہ دکھائی دیا تھا کہ اپنے بیٹے کو قربان کر رہے ہیں اس کی کیا تعبیر تھی۔ مَیں بارہا بتا چکا ہوں کہ بیٹے کی قربانی کا یہ مطلب نہیں تھا کہ چھری لے کر اپنے بیٹے کو ذبح کر دو۔ بلکہ یہ مطلب تھا کہ دین کی خدمت کے لئے اپنے بیٹے کو وقف کر دو۔ دنیوی ترقیات کے رستہ کو چھوڑ دینا، دنیوی عزتوں کو لات مار دینا اور دنیوی کامیابیوں کے حصول کے تمام ذرائع کو نظر انداز کر دینا ایک بہت بڑی موت ہوتی ہے جو بسا اوقات دوسری موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ دوسری موت کو تو قبول کر لیتے ہیں لیکن اس موت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ کیونکہ اس میں احساسِ اذیت بہت لمبا ہوتا ہے اور ایک لمبے عرصہ تک انسان کو تکالیف میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔ بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس زمانہ کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے حکم اور ارشاد کو جس رنگ میں سمجھا اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اس زمانہ میں چونکہ عام طور پر انسانوں کی قربانیاں کی جاتی تھیں اس لئے وہ بھی اپنے بچے کو ظاہری رنگ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ وہ انسانی قربانی کسی نبی کے ذریعہ سے روک دے۔ اور اسی لئے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ نظارہ دکھایا کہ وہ اپنے بیٹے کو قربان کر رہے ہیں۔ اس طرح دونوں فائدے ہوگئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کا بھی ایک روشن ثبوت دنیا کو مل گیا اور دوسری طرف ہمیشہ کے لئے یہ بات مذہب کا جزو بن گئی کہ انسان کی قربانی کسی صورت میں بھی جائز نہیں، خواہ وہ اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

یہ عید اس خوشی میں منائی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کی لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ان کے دنبہ کی قربانی کو تو یاد رکھتے ہیں لیکن ہمارا ذہن اس طرح بالکل نہیں جاتا کہ ہم کس چیز کی یاد مناتے ہیں اور کس چیز کی یاد بھلاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو قربانیاں تھیں۔ ایک وہ قربانی جو انہوں نے اپنے بیٹے کی کی اور ایک وہ قربانی جو انہوں نے بکرے کی کی۔ بکرے کی قربانی محض یادگار کے طور پر تھی تا کہ جو حقیقی قربانی انہوں نے پیش کی تھی اس کی ایک ظاہری شکل بھی پیدا کر دی جائے۔ اصل قربانی ان کی یہی تھی کہ ﴿اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ﴾ (ابراہیم:38)۔ مَیں نے اپنی نسل کو خدائے واحد کی یاد اور اس کے ذکر کے لئے ایک ایسی جگہ بسا دیا ہے جہاں دنیوی آمد کا کوئی ذریعہ نہیں اور جہاں کی زندگی دنیوی مال ومتاع کے کمانے میں ممد نہیں ہوسکتی۔ یہ قربانی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی لیکن اس کی یاد کے طور پر خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ تم بکرے کی قربانی کرو''۔

''............ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو فعل کئے تھے۔ ایک انہوں نے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کی اور دوسرے اس کی یاد میں بکرے کی قربانی پیش کی۔ مگر آج کے دن مسلمان کیا کرتے ہیں۔ وہ بکرے تو پیش کرتے ہیں لیکن بیٹے کی قربانی بھول جاتے ہیں۔

یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ ایک خادمہ رمضان کے دنوں میں باقاعدہ سحری کے وقت اپنی مالکہ کے ساتھ اٹھتی اور پھر سحری تو کھا لیتی مگر روزہ نہ رکھتی تھی۔ گھر کی مالکہ ایک شریف اور رحمدل عورت تھی۔ اس نے خادمہ کی اس حالت کو دیکھ کر سمجھا کہ شاید ہماری خدمت کے لئے اٹھتی ہے اور چونکہ اس وقت ہمارے پاس بیٹھی ہوئی ہوتی ہے اس لئے سحری بھی کھا لیتی ہے۔ چنانچہ دو چار دن کے بعد مالکہ نے اس خادمہ سے کہا کہ بیٹی تُو رات کو نہ اٹھا کر۔ ہم خود کام کر لیا کریں گے، تجھے بلاوجہ تکلیف ہوتی ہے۔ اس پر وہ لڑکی بڑی سادگی سے کہنے لگی: بی بی اتنا تو سوچو کہ روزہ مَیں نہیں رکھتی، نماز مَیں نہیں پڑھتی، اگر سحری بھی نہ کھاؤں تو کیا کافر ہی ہو جاؤں۔ اس مثال پر تم سب ہنس پڑے ہو لیکن کیا تم سوچتے نہیں کہ تمہاری بھی یہی حالت ہے کہ تم اپنے بیٹے کو وادیٔ غیر ذی زرع میں رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ تم اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ گویا روزہ تم نہیں رکھتے، نماز تم نہیں پڑھتے لیکن بکرے کی قربانی کرنے اور اس کا گوشت کھانے کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہو اور تم پر بھی وہی مثال صادق آتی ہے کہ اگر مَیں سحری بھی نہ کھاؤں تو کافر ہی ہو جاؤں۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی نسل اور کوئی قوم اور کوئی خاندان اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتا جب تک وہ اپنی اولاد کی قربانی پیش نہ کرے............۔

آپ کا اپنی اولاد کو وادیٔ غیر ذی زرع میں رکھنا اور عملی طور پر چھری لے کر اپنے بچے کو قربان کرنے کے لئے کھڑے ہو جانا یہ دو باتیں تھیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء یہی تھا کہ وہ وادی غیر ذی زرع میں جا کر اپنے بچے کو چھوڑ آئیں اور خدا تعالیٰ کے ذکر اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لئے اُسے وقف کر دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں نظارہ یہ دکھایا کہ وہ اپنے بیٹے کو قربان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اگر خواب میں مَیں نے ابراہیمؑ کو یہ نظارہ دکھایا کہ وہ اپنے بیٹے کو قربان کر رہا ہے تو وہ واقعہ میں اپنے بیٹے کو ظاہری رنگ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کے ذریعہ آئندہ انسانی جان کی قربانی کو ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دینا چاہتا تھا اس لئے اس نے بجائے یہ کہنے کے کہ اے ابراہیمؑ جا اور اپنے بچے کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ آ، یہ نظارہ دکھایا کہ وہ اپنے بچے کو قربان کر رہے ہیں تا کہ جب وہ اپنے بچے کو قربان کرنے لگیں، انہیں روک کر ہمیشہ کے لئے انسانی قربانی کو ممنوع قرار دے دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ویسے ہی کیا۔ انہوں نے چھری پکڑی اور اپنے بچے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ جب وہ اس فعل پر کلّی طور پر تیار ہوگئے تو خدا تعالیٰ نے انہیں روک دیا اور فرمایا آئندہ خدائی سلسلوں میں انسانی قربانی قبول نہیں کی جائے گی، تم اس کی بجائے بکرا ذبح کر دو۔ اس طرح انسانی قربانی بھی بند ہوگئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان بھی ہوگیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک وادی غیر ذی زرع میں چھوڑنے کے نتیجہ میں ان کا رؤیا بھی پورا ہوگیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کی یادگار میں کہ وہ اپنے بیٹے کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ذبح کرنے کے لئے تیار ہوگئے تھے بکرے کو رکھا تھا مگر ہم تمثیل کو قبول کرتے ہیں اور حقیقت کو ردّ کرتے ہیں''۔

''........... ہمیں غور کرنا چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کونسی قربانی تھی جس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ہر سال عید منائی جاتی ہے۔ کیا ہر سال اس لئے عید منائی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی راہ میں بکرا قربان کیا تھا؟ بکرے کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے۔ اور پھر وہ لوگ جو جنگل میں رہنے والے ہوں اور جن کا گزارہ ہی جانوروں پر ہو وہ تو بکرے کی کوئی حیثیت ہی نہیں سمجھتے بلکہ بکرے کی قربانی ان کی نگاہ میں انڈے سے بھی زیادہ حقیر ہوتی ہے۔ انہیں انڈے کا میسّر آنا زیادہ مشکل ہوتا ہے لیکن بکرا بڑی آسانی سے مل جاتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو بائبل سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے کئی گلّے تھے۔ اسی طرح ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے بھی کئی گلّے تھے۔ انہوں نے کئی نوکر رکھے ہوئے تھے اور جانور اس کثرت کے ساتھ ان کے پاس تھے کہ ان سے وادیاں بھر جاتی تھیں۔ پس بکرے کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے کچھ بھی مشکل چیز نہیں تھی۔ جو چیز مشکل تھی وہ یہ تھی کہ بڑھاپے کے زمانہ میں پیدا ہونے والا اکیلا بچہ ان کے ہاں موجود ہے اور خدا کہتا ہے کہ اس بچے کو میری راہ میں قربان کر دو۔ اور ابراہیمؑ کہتا ہے کہ اے میرے ربّ مَیں اس کے لئے تیار ہوں۔ اور پھر وہ عملی طور پر چھُری ہاتھ میں لے کر اسے ذبح کرنے لئے تیار ہو جاتا ہے......''۔

''...... بہرحال مَیں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ کوئی قومی ترقی بغیر اولاد کی قربانی کے نہیں ہوسکتی۔ جو قوم یہ چاہتی ہے کہ وہ ترقی یافتہ قوموں کی صف میں جا کھڑی ہو اور پھر وہ اپنی اولاد کی قربانی سے دریغ کرتی ہے وہ ایک ناممکن بات کا قصد کرتی ہے اور اپنے وقت کو ضائع کرتی ہے۔ گری ہوئی قومیں تبھی بڑھتی ہیں اور تبھی وہ ترقی یافتہ قوموں کی صفوں میں اپنا رستہ بنانے میں کامیاب ہوتی ہیں جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنی اولادوں کو وادیٔ غیر ذی زرع میں رکھنے اور خدا کے لئے انہیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں......''۔

''...... اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ یورپ کے لوگوں پر غلبہ حاصل کریں تو انہیں اپنی اولادوں کو قربان کرنا پڑے گا۔ انہیں تعیش کے سامانوں کو اپنے لئے حرام کرنا پڑے گا۔ یہ موت ہے جو انہیں قبول کرنی پڑے گی۔ اسی موت کے دروازہ سے زندگی ملتی ہے اور اسی دروازہ میں سے گزر کر گری ہوئی قومیں دنیا پر غالب آیا کرتی ہیں۔ اگر آج مسلمان اپنی زندگیوں کو سادہ بنالیں اور اپنی جانوں اور اپنی اولادوں کی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو اب بھی کچھ نہیں گیا............۔ اگر وہ اپنی اولادوں کو شیطان کے قبضہ میں دینے کی بجائے خدا تعالیٰ کے قبضہ میں دے دیں تو یقیناً اسلام کفر پر غالب آسکتا ہے، یقیناً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت آج بھی ساری دنیا میں قائم ہوسکتی ہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں کے زنگ دور کر دے اور ان کی آنکھوں کو کھولے، ان کی غفلتوں اور کوتاہیوں کو دور کرے اور انہیں صحیح طور پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا جس طرح وادیٔ غیر ذی زرع میں بسنے والے اسمٰعیلؑ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک نورانی چراغ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں روشن کیا جس سے تمام دنیا جگمگا اٹھی، اسی طرح خدا محمدیّتؐ کے باغ میں سے ایک نیا پودا پھوڑے جو ساری دنیا کو اسلام اور صداقت کی طرف کھینچ لانے کا موجب ہو۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ پودا خدا نے پیدا کر دیا ہے۔ کاش مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ آج سوائے ایک ہاتھ پر جمع ہونے کے ان کی نجات کی اور کوئی صورت نہیں اور اسی شخص کے ہاتھ پر تمام دنیا کے لوگ اکٹھے ہوسکتے ہیں جسے خدا نے کھڑا کیا ہو۔ کوئی انسانی ہاتھ ساری دنیا کو متحد نہیں کرسکتا۔ عرب عراق کے ہاتھ پر جمع نہیں ہوسکتا، عراق سعودی عرب کے ہاتھ پر جمع نہیں ہوسکتا، مصر شام کے ہاتھ پر اکٹھا نہیں ہوسکتا اور یہ

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

گونجتی ہے سارے عالَم میں صدائے قادیاں

ذیل میں حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری رضی اللہ عنہ کا وہ معرکۃ الآراء قصیدہ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے جو آپؓ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خلافت جوبلی کے موقع پر تحریر فرمایا تھا۔ علم وادب کے شاہکار اس قصیدہ کا ایک ایک لفظ حق وصداقت پر مبنی ہے۔ ان دنوں جبکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دارالمسیح قادیان دارالامان میں ورود فرما ہیں۔ حضور کے خطبات وخطابات اور جلسہ سالانہ کی تمام کارروائی قادیان سے ایم ٹی اے کے ذریعہ براہ راست تمام عالم میں نشر ہوکر مومنین کے لئے کئی رنگ میں تقویت ایمان کا موجب ہورہی ہے۔ امید ہے اس پس منظر میں احباب اس قصیدہ سے خاص طور پر لطف اندوز ہوں گے۔ خاکسار مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا ممنون ہے جنہوں نے الحکم میں شائع شدہ اس قصیدہ کی نقل الفضل انٹرنیشنل کے لئے ارسال فرمائی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(نصیر احمد قمر)

الله الله جوشِ تاثیرِ ہوائے قادیاں
گونجتی ہے سارے عالَم میں صدائے قادیاں
کیا طرب انگیز ہے موجِ ہوائے قادیاں
بن گیا لطفِ مجسّم ہر فدائے قادیاں
جذب ہوجاتی ہیں نظریں حسنِ منظر دیکھ کر
دامنِ دل کھینچتی ہے ہر ادائے قادیاں
جیتے جی نظارۂ جنت اگر مطلوب ہو
چاہئے سیرِ بہار دل کشائے قادیاں
کیا غضب ڈھایا جو مَیں نے اس کو جنت کہہ دیا
دیکھ لیں اہلِ نظر شانِ ادائے قادیاں
یہ چمن بندی ، یہ جوشِ لالہ وَ گُل ، یہ بہار
یہ پھلا پھولا گلستان، یہ فضائے قادیاں
یہ طراوت ، یہ نفاست، یہ لطافت ، یہ نمو،
یہ ادا ، یہ شان ، یہ رنگِ ہوائے قادیاں
اَور ہی عالَم ہے باغِ قادیاں میں آج کل
اَور ہی عالَم میں ہے باغِ وفائے قادیاں
وجد میں آتے ہیں رہ رہ کر جوانانِ چمن
جھومتی پھرتی ہے بادِ جاں فزائے قادیاں
لَو حش الله غنچہائے ناشگفتہ کی مہک
اَور اُس پر جنبشِ موجِ فضائے قادیاں
کھِل گئے غنچے نقابِ خندۂ گُل اُٹھ گئی
اُف رے اندازِ نسیم دل کشائے قادیاں
شاہدِ گُل نے اُلٹ دی ہنس کے چہرہ سے نقاب
جانے کیا کہتی ہوئی گزری ہوائے قادیاں
کہدیا کیا جانے کیا بُلبل نے جھک کر کان میں
خندۂ گُل سے مہک اُٹھی فضائے قادیاں
دیکھ کر حسنِ جمالِ شاہدِ طنّازِ گُل
وجد کرتی ہے بہارِ جاں فزائے قادیاں
طائرانِ خوش نوا ہیں شاخِ گُل پر نغمہ زن
گونجتی ہے لحنِ دل کش سے فضائے قادیاں
نغمۂ بلبل میں ہے رنگینیٔ گُل کی بہار
وائے رے جوشِ نموئے جانفزائے قادیاں
خندۂ گُل اک طرف ہے لحنِ بلبل اک طرف
رنگ پر ہے بوستانِ دل کشائے قادیاں
کیوں نہ ہوجائے نظر محوِ طلسمِ بے خودی
یہ کشش ، یہ جذب ، یہ حُسنِ فضائے قادیاں
آتشِ گُل ہائے رنگیں سے دہکتا ہے چمن
خوب آنکھیں سینک لیں اہلِ وفائے قادیاں
ہے یہ ارشاد جناب مولوی عبدالرحیم[1]
اور مختار اور صہبائے ثنائے قادیاں
الله الله یہ بہارِ دلکشائے قادیاں
گھر کئے لیتی ہیں آنکھوں میں فضائے قادیاں
غیر سے کیا پوچھنا ہے وہ تو اب تک غیر ہے
مجھ سے سُن اے میرے دانا ماجرائے قادیاں
رنگ لائی ہے مری طبعِ رواں مدّت کے بعد
جوش پر ہے بحرِ موّاجِ ثنائے قادیاں
ہر صفت بے مثل، ہر انداز اس کا لاجواب
دل نشین و دل رُبا ایک ایک ادائے قادیاں
کس جگہ ہے؟ خدمتِ اسلام کا یہ ذوق شوق
کس جگہ ہے؟ اب یہ اندازِ فضائے قادیاں
کس جگہ ہے؟ یہ نظامِ درسِ قرآن وحدیث
کس جگہ ہے؟ یہ نوائے جاں فزائے قادیاں
کس جگہ ہے؟ آج یہ بحرِ معانی موج زن
کس جگہ ؟ لٹتے ہیں دُرِّ بے بہائے قادیاں
کس جگہ ہیں؟ یہ حقائق ، یہ معارف ، یہ نکات
کس جگہ ہیں؟ یہ فیوضِ دل کشائے قادیاں
کس جگہ؟ رخشاں ہے ایسا آفتاب معرفت
کس جگہ ہے؟ یہ ضیائے ذرّہ ہائے قادیاں
کس جگہ ہے؟ یہ لحاظِ شرعِ ختم الانبیاء
کس جگہ ہے؟ یہ ادائے اَتقیائے قادیاں
کس جگہ ہے؟ امرِ حق پر یوں سرِ تسلیم خم
کس جگہ ہے؟ یہ خُدا خواہی سوائے قادیاں
کس جگہ ہے؟ آج یہ پابندیٔ آئین و دین
کس جگہ ہے؟ یہ خلوص و اَتقائے قادیاں
کس جگہ ہے؟ یہ خیالِ خدمتِ دینِ متیں
کس جگہ ہے؟ یہ طریقِ حق نمائے قادیاں
کس جگہ ہے؟ روز و شب تبلیغ کا زور و شور
کس جگہ ہے؟ اب یہ رنگِ جذبہائے قادیاں
کس جگہ؟ سامان ہیں یہ غلبۂ اسلام کے
کس جگہ ؟ عزم راسخ ہے سوائے قادیاں
شاد ہوتی ہیں طبائع مست ہو جاتے ہیں دل
وجد میں لاتی ہے روحوں کو صدائے قادیاں

سب بکف پھرتے ہیں عالَم میں پئے تبلیغ حق
دست وپا والو! یہ ہیں دست و پائے قادیاں
ڈال دی جس پر نگاہِ مست ، بے خود کر دیا
مرحبا اے بادۂ نوشانِ ولائے قادیاں
مال کیا ہے چیز زادِ دین میں کیا توقیرِ مال؟
جان کی پرواہ نہیں کرتے فدائے قادیاں
بارشِ بارانِ سنگ و خشت کی پرواہ کسے
جانے کس دُھن میں ہیں شیدا وَ فدائے قادیاں
جان دے دی مُنہ مگر پھیرا نہ راہِ عشق سے
زندہ باد اے سرفروشانِ رضائے قادیاں
قصۂ دار و رسن افسانۂ پارینہ ہے
دیکھئے رنگِ شہیدانِ وفائے قادیاں
گوش بر آواز ہیں محمود عرفانی[2] ابھی
اور اے مُختار حال ارتقائے قادیاں
محوِ حیرت بن گیا پیشِ فضائے قادیاں
مَیں کہ ہوں دیرینہ شیدا وَ فدائے قادیاں
ہے عجب رونق در و دیوار و سقف و بام پر
صاف مثلِ آئینہ ہیں کوچہ ہائے قادیاں
آج لہریں لے رہا ہے ہرطرف عُمّانِ نور
تیرتے پھرتے ہیں اربابِ صفائے قادیاں
اس قدر آرائش و پیرائش الله غنی
یہ عروسِ آراستہ ہے یا فضائے قادیاں
واہ کیا کہنا ہے جذبِ حُسن و احسان واہ واہ
دل کھچے آتے ہیں سُوئے دل رُبائے قادیاں
منزلِ دل بن گئی کاشانۂ عیش و نشاط
ہو رہے ہیں باغ باغ اہلِ وفائے قادیاں
اے تری قدرت یہ عالم جلوہ گاہِ ناز کا
سر بکف ہیں صف بہ صف اہل ولائے قادیاں
اِس سرے سے اُس سرے تک ہے عجب جوش و خروش
ہرطرف ہے موجزن بحرِ وفائے قادیاں
دلولے یہ اٹھ رہے ہیں رنگ محفل دیکھ کر
چاہئے کچھ خاطرِ اہل صفائے قادیاں
اک غزل بھی اب وہ پڑھ دوں جس کو سن کر وجد آئے
شاد ہوں ہر شعر پر اہلِ ذکائے قادیاں
دھوم ہو صَلِّ عَلٰی، صَلِّ عَلٰی کی دھوم ہو
چرخ سے ٹکرائے شورِ مرحبائے قادیاں
صورتِ گُل ہوں شگفتہ اکملؔ[3] و صادقؔ[4] کے دل
شور أَحْسَنْتَ سے گونج اٹھے سمائے قادیاں
لِلّٰهِ الْحَمْد، آج ہیں محوِ ادائے قادیاں
وہ نگاہیں تھیں جو مشتاقِ لقائے قادیاں
اس جبینِ ناز سے کرنے لگی کسبِ ضیاء
کس طرح نازاں نہ ہو صبح صفائے قادیاں
کس سے ہیں سرگوشیاں؟ اس زلفِ عنبر بیز سے
کیوں نہ اِترائے نسیمِ جاں فزائے قادیاں
وسعت فرصت میسر ہو تو موجیں دیکھئے
دل نہیں ، سینے میں ہے بحرِ ثنائے قادیاں
گُل سے باہر ہو کے بھی رہتی ہے جیسے گُل میں بُو
یوں بسی ہے غنچۂ دل میں فضائے قادیاں
حضرتِ واعظ بڑے دانا مگر مشکل یہ ہے
آپ ہیں ناآشنا ، مَیں آشنائے قادیاں
اے کہ جنت کی حقیقت پوچھتا ہے مجھ سے پوچھ
مَیں نے لُوٹی ہے بہارِ جاں فزائے قادیاں
دورِ اوّل میں ہی دل مستانۂ حق بن گیا
اے جَزَاکَ اللّٰہ صہبائے ولائے قادیاں
اے نگاہِ عاقبت بیں آفریں صد آفریں
ابتدا سے دیکھتا ہوں انتہائے قادیاں
خلد کو جاتی ہے، اے واعظ! انہیں میں ہو کے راہ
کیوں نہیں پھر تجھ کو عشقِ کوچہائے قادیاں
بس کھِلا ہی چاہتا ہے غنچۂ نخلِ مراد
اور ہلکی سی کوئی موج اے صہبائے قادیاں
اب تو صرف اتنے ہی کی محتاج ہے کشتِ اُمّید
ایک چھینٹا اور اے ابرِ سخائے قادیاں
لحنِ داوٗدی کا لطفِ جاں فزا معلوم ہے
بارہا مَیں نے سُنے ہیں نغمہ ہائے قادیاں
رکھ چکا ہوں دل میں ، پڑھ پڑھ کر نکاتِ احمدی
مَیں نے نظروں سے چنے ہیں میوہ ہائے قادیاں
خوب نکلی ساقیٔ کوثر سے ملنے کی سبیل
لگ گئی ہے منہ سے صہبائے وفائے قادیاں
محتسب کہتے ہیں کس کو؟ اور کیسا احتساب
میرے ساقی اور صہبائے ولائے قادیاں
مَیں بھی دریا نوش ہوں پیارے جو دریا دل ہے تُو
خم کے خم دے بادۂ فرحت فزائے قادیاں
حضرتِ واعظ سے کہنا ہے سرِ محشر مجھے
میرے حضرت ایسے ہوتے ہیں فدائے قادیاں
کرلئے ہیں کوثر و تسنیم پر قائم حقوق
پی چکا ہوں بادۂ نابِ وفائے قادیاں
موج میں آ آ کے اے مختارؔ یہ کہتے ہیں موجؔ[5]
اَور اک موج اور اے بحرِ ثنائے قادیاں
حضرت گوہرؔ[6] کو بھی مختار ہے اور اشتیاق
پھر چہک اے عندلیب خوش نوائے قادیاں
میری نظروں سے کوئی دیکھے ادائے قادیاں
مجھ سے پوچھے کوئی مجھ سے ماجرائے قادیاں
ڈھونڈتی ہے میری نظروں کو بہارِ خلد بھی
واہ رے نظارۂ حسنِ فضائے قادیاں
کر گئی بے خود کسی کی اک نگاہِ کیف ریز
بے پئے ہی جھک گئے اہل وفائے قادیاں
حضرتِ واعظ اِدھر محوِ لغاتِ نو بنو
اور اِدھر مَیں مستِ صہبائے ثنائے قادیاں
کیوں نہ ہو موجِ تبسّم میرے ہونٹوں پر نثار
گدگداتا ہے مجھے شوقِ ثنائے قادیاں
کیوں نہ آ جائے ہنسی واعظ کی قیل وقال پر
دیکھتا ہوں رنگ و اندازِ ہوائے قادیاں
اب کہاں وہ چاند میں بڑھیا کا چرخا کاتتا
دور تک جانے لگے ہیں نغمہائے قادیاں

1۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؓ سابق مبلغ انگلستان وامام مسجد لندن۔
2۔ مکرم محمود احمد صاحب عرفانی، مدیر الحکم۔
3۔ حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکملؓ۔
4۔ حضرت سید صادق حسین صاحب اٹاوی۔
5۔ خادم المسیح حضرت سید مہدی حسین صاحب موجؓ۔
6۔ حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب گوہرؓ۔

کب تک انبارِ خس و خاشاکِ اقوال الرجال
دَورِ موجودہ ہے دَورِ حکمِ قرآن و حدیث
ظلمتِ تکفیر کے اڑتے ہیں رہ رہ کر دھوئیں
بس یہ ہے واعظ کے طومارِ ملامت کا جواب
یہ خوارق ، یہ نشانِ صدق ، یہ تائیدِ ربّ
مستِ ادب[7] ، سرمست مظہر[8] ، روح بسمل[9] وجد میں
پھر چلا خامہ قصیدے کی طرف غزلوں کے بعد
مژدہ باد اے اہلِ تسلیم و رضائے قادیاں
تشنہ کامانِ محبت کوئی دم کی بات ہے
ساقیٔ دریا دل آیا چاہتا ہے سوئے بزم
اے طلب گاران حسن جانفزاء بُشْریٰ لَکُمْ
وہ صدائے ساز دل پھیلی وہ عالم گونج اٹھا
وہ پھٹی لَو ، وہ ہوا تڑکا ، وہ نکلا آفتاب
دیکھ لی شانِ جنابِ حق تعالیٰ شانہٗ
یہ عروج اللہ اکبر ، یہ صفائے قادیاں
عرش سے تا فرش پھیلا ہے یہ نورِ دل فروز
یہ زمینِ قادیاں ہے یا سپہرِ پُرضیاء
شاہدِ گردوں نے اُلٹی ہے نقابِ زرنگار
آسمانِ حُسن پر یہ کوندتی ہے برق طور
پھر رہی ہے ساری نظروں میں وہ چشمِ نیم باز
لُٹ رہی ہے دولتِ حُسن وجمالِ دل نواز
بحرِ دل میں اُٹھ رہی ہیں پیہم امواجِ سرور
مثلِ گُل فرطِ مسرّت نے شگفتہ کردیا
لِلّٰہِ الْحَمْدُ اے فدایانِ ادائے قادیاں
پھر وہی منظر ہے فردوسِ نگاہِ حق شناس
پھرانہیں افضال کا مورد بنا روئے زمیں
پھر وہی بحرِ زمرد ہر طرف ہے موجزن
پھر وہی صحن چمن ہے پھروہی فصل بہار
پھر مہک اٹھی فضائے بوستانِ آرزو
پھر وہی لطفِ سامانِ نشاط و انبساط
پھر وہی گُل ریزیاں ہیں پھر وہی کیف وسرور
پھر وہی جوش طرب ہے پھر وہی شوقِ طلب
پھر وہی گُل ہے ، وہی بُلبل، وہی راز و نیاز
پھر وہی محفل ، وہی ساقی،وہی مستِ الست
گونج اٹھی ہے فضا شور مبارک باد سے
بَارَکَ اللّٰہ آ گیا فرماں روائے قادیاں
آ گیا نجم الہدیٰ ، شمس الضحیٰ ، بدرالدجیٰ
آ گیا وہ جس کی آمد کے لئے بیتاب تھے
ناز ہے مختار اس بختِ رسا پر ناز ہے
اَلسّلام اے زینتِ حُسن و ضیائے قادیاں
اَلسّلام اے گوہرِ دُرجِ صفا و اصطفاء
اَلسّلام اے ماہ تابانِ کمالات ، اَلسّلام
اَلسّلام اے نخلِ بندِ باغِ اسلام ، اَلسّلام
اَلسّلام اے عاشقِ دینِ محمد مصطفیٰ ﷺ
اَلسّلام اے نورِ عینِ مہدیٔ دین ، اَلسّلام
اَلسّلام اے سید و مولائے مختار السّلام
مدح حاضر میں اب ایسا مطلع روشن پڑھوں
تُو ہوا رخشاں جو اے مہرِ ہدائے قادیاں

اور ہی کچھ کہہ رہی ہے اب ہوائے قادیاں
اب یہی آثار ہیں زیرِ سمائے قادیاں
پھیلتی جاتی ہے عالَم میں ضیائے قادیاں
دیکھ اے ظالم ذرا سُوئے سمائے قادیاں
اور یہ انکارِ شانِ مقتدائے قادیاں
کیوں نہ ہو مختار ہے محوِ ثنائے قادیاں
کروٹیں لیتا ہے دریائے ثنائے قادیاں
اب ہُوا نظارۂ رونق فزائے قادیاں
اب چلا دورِ مئے لطف و عطائے قادیاں
اب چھکے بادہ گساران ولائے قادیاں
اب ہوا رونق فزا ماہ ہدائے قادیاں
وہ ہُوئے گرمِ ترنم خوش نوائے قادیاں
وہ اٹھا پردہ ، وہ آیا دل ربائے قادیاں
اور ہی کچھ بن گئے ارض وسمائے قادیاں
برق کو دھوکہ ہے ’’مَیں ہوں یا ضیائے قادیاں‘‘
یا گلے ملتے ہیں آج ارض وسمائے قادیاں
چودھویں کا چاند ہے یا دل ربائے قادیاں
یا ہے نور افشاں رُخِ یوسف لقائے قادیاں
یا تبسم ہے نثار خوش ادائے قادیاں
دَور میں ہے جام صہبائے ولائے قادیاں
گرم ہے ہنگامۂ لطف و عطائے قادیاں
بن گئے جوشِ مجسّم آشنائے قادیاں
محوِ شکرِ حق ہیں اربابِ صفائے قادیاں
پھر نظر افروز ہے حسنِ فضائے قادیان
شُکْرلِلّٰہ رنگ لائی پھر دعائے قادیاں
پھر وہی عالَم ہوا زیرِ سمائے قادیاں
پھر وہی لعل و گہر زیبِ فضائے قادیاں
پھر وہی جوشِ نموئے غنچہائے قادیاں
پھر ہوئی عنبر فشاں موجِ ہوائے قادیاں
پھر وہی انداز جشنِ دل کشائے قادیاں
پھر وہی نغمے وہی لطفِ نوائے قادیاں
پھر وہی انداز حسنِ جاں فزائے قادیاں
پھر وہی کیفِ بہارِ دل کشائے قادیاں
پھر وہی دَور مئے فرحت فزائے قادیاں
جارہے ہیں عرش تک یہ نعرہائے قادیاں
بَارَکَ اللّٰہ آ گیا راحت فزائے قادیاں
آ گیا نورِ رخِ صبح و مسائے قادیاں
باوفائے قادیاں صبر آزمائے قادیاں
مل گیا وقتِ سلامِ رہنمائے قادیاں
اَلسّلام اے رونقِ شانِ صفائے قادیاں
اَلسّلام اے جوہرِ کانِ وفائے قادیاں
اَلسّلام اے مہرِ رخشانِ ہدائے قادیاں
اَلسّلام اے رہنما و پیشوائے قادیاں
اَلسّلام اے جانشین مقتدائے قادیاں
اَلسّلام اے یادگارِ میرزائے قادیاں
اَلسّلام اے سرور ہر باوفائے قادیاں
نور ہو لفظوں میں معنی میں ضیائے قادیاں
شرق سے تا غرب جا پہنچی ضیائے قادیاں

اے امیر المومنین! اے ہادیٔ دینِ متین!
اے دُرِّ تابندۂ دریائے عرفان و یقین!
اے حقیقت آشنا و حق شناس و حق نما!
اے اولو العزم ،اے بشیرالدین ،اے فضل عمر!
مصدرِ لطف و کرم ، سرچشمۂ علم و حِکَم
رہنمائے گم رہاں ،آرامِ جانِ طالباں
مخزنِ رازِ شریعت ، مہبطِ انوارِ حق
عالم رازِ نہاں ، تاج سرِ دانشوراں
بزم آرائے ہدیٰ ،سرخیلِ اربابِ صفاء
موجب آرائشِ باغ محمد مصطفیٰ ﷺ
مسند آرائے سریرِ سنّتِ ختم الرسل ﷺ
مظہرِ شانِ جناب حق تعالیٰ شانہٗ
تجھ کوخالق نے بنایا اپنے فضل و رحم سے
ہرتنِ بے جان میں تُو نے پھونک دی روحِ حیات
تیرے فیضِ روح افزا سے تصاویرِ گلی
یہ اُمنگیں ، یہ ترنگیں ، یہ وفورِ ذوق و شوق
آج تو ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں ان کا مزاج
کاروبارِ صادقاں ہرگز نہ ماند ناتمام
دھوم ہے آفاق پر تیری اولوالعزمی کی دھوم
فتح نے تیرے قدم چومے ہیں ہرمیدان میں
دنگ ہیں انسان تیرے کارنامے دیکھ کر
خوب ہی اونچا کیا دنیا میں نام اسلام کا
شکل و ماہِ نیم ماہ و مثل مہر نیم روز
سراٹھایا جس نے تیرے آگے اوندھے منہ گِرا
سر کئے ہیں تُو نے ایسے ایسے مشکل معرکے
تیرے منہ سے لفظ جو نکلا وہ پورا ہوگیا
کیسی اس کے پاؤں کے نیچے سے نکلی ہے زمیں
تیرے آگے جو پہاڑ آیا دھواں بن کر اڑا
گر پڑے وہ منہ کے بَل تیرے سہام اللیل سے
کون ہے تیرے سوا اے میرے آقا کون ہے
کس کوحاصل ہے یہ عظمت، یہ تقدس، یہ وقار
کس کو یارا ئے تکلم کس کوتابِ دم زدن
لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْف اِلَّا ذُوالْفِقَار
ماہِ برجِ فضل و لطف وحُسن احسانِ اتم
ہرطرف جاری ہیں تیری ذات عالی کے فیوض
تیری صورت تک رہے ہیں تشنہ کامانِ فراق
تُو ہی ہے ملجا و ماوائے من و مولائے سخن
اور مَیں اک جوہریِّ دُرِّ تابانِ سخن
بہر نذرِ شاہِ دیں کیا پیش کرسکتا تھا آج
اس لئے لایا ہوں یہ سلکِ دُرِ شہوار نظم
قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری
ختم تک پہنچا قصیدہ اب دعا کا وقت ہے
اے خدا بہرِ محمد مصطفیٰ ختم الرسل ﷺ
میرے آقا کو عطا فرما اقبال و وقار
مدتوں تک تو سلامت باکرامت رکھ اسے
ہو مبارک اس کو یہ پچیس سالہ جوبلی

اے رئیس المتقین ! اے پیشوائے قادیاں !
اے گُلِ رعنائے باغِ اتقائے قادیاں!
اے سبق آموزِ تسلیم و رضائے قادیاں!
میرزا محمود احمد رہنمائے قادیاں!
منبعِ فیضِ اتم ، کانِ صفائے قادیاں!
مرہمِ دل خستگاں ، راحت فزائے قادیاں
معدنِ رمزِ طریقت ، رہنمائے قادیاں
پیشوائے عارفاں ، شاہ ہدائے قادیاں
تاج دارِ اتّقا ، فرماں روائے قادیاں
نخلِ بندِ گُلشنِ مہرِ وفائے قادیاں
رونق افزائے رخِ صدق و صفائے قادیاں
سید الآفاق ، خورشید ہدائے قادیاں
حُسن و احساں میں نظیر میرزائے قادیاں
ازسرِ نو جی اُٹھے اہلِ وفائے قادیاں
بن گئی ہیں طائرانِ خوش نوائے قادیاں
یہ ہجومِ عاشقانِ باوفائے قادیاں
کتنے اونچے اڑ رہے ہیں یہ ہمائے قادیاں
دیکھ لیں ناآشنا و آشنائے قادیاں
تو نے پہنچا دی ہے عالم میں صدائے قادیاں
تیرے ہاتھوں سے ہوا اونچا لوائے قادیاں
تو نے پیدا کی عجب عظمت برائے قادیاں
واہ اے ابن المسیح اے رہنمائے قادیاں
رات دن پھیلا رہا ہے تو ضیائے قادیاں
کوئی بیرونی ہو یا وہ ناسزائے قادیاں
دنگ ہیں ناآشنا کیا آشنائے قادیاں
خواہ اعدا کے لئے ہو یا برائے قادیاں
جس نے کی ترچھی نظر سوئے سمائے قادیاں
جہل کی ظلمت مٹی پھیلی ضیائے قادیاں
بد ارادے سے جو اُٹھے تھے برائے قادیاں
موجب اظہارِ شانِ ارتقائے قادیاں
کس میں ہے شانِ کمالِ پیشوائے قادیاں
جب گُل افشاں ہو لبِ معجز نمائے قادیاں
نیست امامِ وقت لیکن رہنمائے قادیاں
آفتابِ مطلعِ صدق و صفائے قادیاں
تُو ہے عین جود و دریائے سخائے قادیاں
ایک جامِ بادۂ مہرووَلائے قادیاں
عدل پرور دادگر شاہ ہدائے قادیاں
سر بسر محتاج انوارِ سمائے قادیان
ایک دل از دستِ دادہ اک گدائے قادیاں
جو ہے قدرے مظہرِ حسنِ ضیائے قادیاں
اِک نگاہِ لطفا اے فرماں روائے قادیاں
ہاں ذرا آمین اے اہلِ وفائے قادیاں
جن کے نورِ فیض سے ہے یہ ضیائے قادیاں
جس کے خواہاں تھے جناب مقتدائے قادیاں
مدتوں تک رہنما ہو رہ نمائے قادیاں
اور ان سب کو بھی جو ہیں باوفائے قادیاں

7۔ مکرم حاجی عبدالقدیر صاحب ادبؔ
8۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہرؓ
9۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بسملؓ

خطبہ جمعہ

اس جلسے کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد یہ باور کرانا تھا کہ اس دنیا کو ہی سب کچھ نہ سمجھو۔ اپنے اندر زہد و تقویٰ پیدا کرو۔ آپس میں محبت، پیار اور بھائی چارے کے تعلقات پیدا کرو۔

آپ لوگوں کے اخلاص و وفا اور تعلق کو دیکھ کر بے اختیار اللہ تعالیٰ کی اس پیاری جماعت پر پیار آتا ہے۔

ان دنوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے ہوئے اپنے رب کی پہچان، فہم و ادراک اور اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔

(جلسہ سالانہ قادیان کی مناسبت سے خدمت کرنے والے کارکنان اورمہمانوں کو نہایت اہم نصائح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 23/دسمبر 2005ء بمطابق 23/فتح 1384 ہجری شمسی بمقام جلسہ گاہ، قادیان دارالامان (بھارت)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ تین دن بعد قادیان کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ دنیائے احمدیت اپنے گھر بیٹھے بھی براہ راست جلسہ سے فیض پا سکے گی۔ جلسہ سالانہ کا آغاز 1891ء میں اس چھوٹی سی بستی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ اور اس کا مقصد اللہ اور اس کی مخلوق سے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والے لوگوں کا، مومنوں کا ایک تعلق جوڑنا تھا۔

اس جلسے کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد یہ باور کرانا تھا کہ اس دنیا کو ہی سب کچھ نہ سمجھو، یہ دنیا چند روزہ ہے، آخر کو انسان نے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے اس لئے اپنی آخرت کی بھی فکر کرو، اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرو۔ شیطان بہت سے دنیاوی لالچ دے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے ہوئے شیطان کے حملوں سے بچنے کی کوشش کرو۔ اپنے اندر زہد اور تقویٰ پیدا کرو۔ خدا ترسی کی عادت ڈالو۔ آپس میں محبت، پیار اور بھائی چارے کے تعلقات پیدا کرو۔ کیونکہ یہ آپس کے معاشرے کے تعلقات خدا تعالیٰ کا خوف اور زہد و تقویٰ پیدا کرنے کے لئے بھی ضروری ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لئے بھی ضروری ہیں۔ شیطان کے حملوں سے بچنا، اپنے بھائیوں کے حقوق ادا کرنا یہ سب چیزیں اُس وقت ہوں گی جب افراد جماعت عاجزی کے بھی اعلیٰ معیار قائم کر رہے ہوں گے اور سچائی کے بھی اعلیٰ معیار قائم ہوں گے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کے بھی اعلیٰ معیار قائم ہوں گے۔ تو یہ ہے خلاصہ ان مقاصد کا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلسہ سالانہ منعقد کر کے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ مقاصد ہم اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے کی روح اور تڑپ پیدا نہیں ہوتی۔ اب یہاں جلسے کی گہما گہمی شروع ہو گئی ہے، رونقیں شروع ہو گئی ہیں۔ باہر سے آنے والا ہر مہمان اور یہاں کا رہنے والا ہر شخص صرف اس رونق کو دیکھ کر اور بازاروں میں پھر کر خوش نہ ہو بلکہ ابھی سے جلسے کے استقبال کے لئے جو ایک لحاظ سے شروع بھی ہو چکا ہے دعاؤں میں مشغول ہو جائے۔ ہر ایک اس جلسے کی برکات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس جلسے میں شامل ہونے والوں کے لئے کی گئی دعاؤں کا وارث بننے کے لئے دعاؤں میں مصروف ہو جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ ان برکات کو سمیٹ سکے۔ نیز جلسے کے ہر لحاظ سے کامیاب ہونے اور اللہ تعالیٰ کی خاص تائیدات اور رحمتوں اور فضلوں کے نازل ہونے کے لئے بھی دعائیں کریں۔ جو لوگ اس مقصد کے لئے سفر اختیار کر کے آ رہے ہیں ان کے خیر و عافیت سے یہاں پہنچنے کے لئے دعا کریں۔ دنیا کے مختلف ممالک سے لوگ آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے ان کا حافظ ہو۔ بھارت کے دُور دراز علاقوں سے لوگ آ رہے ہیں یا آنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن مخالفین کی بعض حرکات کی وجہ سے انہیں پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان بے چارے غریب لوگوں کے لئے دعا کریں، بڑی تکلیف اٹھا کر جلسے میں شامل ہونے کے لئے آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سفر کے ہر شر سے بچائے اور ہر خیر ان کا مقدر کر دے۔ سفر کئی طرح کے ہوتے ہیں لیکن بہت ہی بابرکت ہے وہ سفر جو دینی اور روحانی اغراض کے لئے کیا جائے۔ اس لئے جہاں بہت سے لوگوں کو دعاؤں کا موقع مل رہا ہوگا اپنے ساتھ ان سب کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں جو یہاں آ رہے ہیں، سفر میں ہیں یا آنے کی خواہش اور تڑپ رکھتے ہیں لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آ نہیں سکے۔

جلسے کی مناسبت سے مَیں یہاں کے رہنے والوں، کارکنوں اور مہمانوں کو چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال ایسے مہمان بھی یہاں آئے ہیں جو بڑی کوشش کر کے دور دراز علاقوں سے یا دوسرے ملکوں سے یہاں آئے ہیں یا آ رہے ہیں۔ میرے یہاں آنے کی وجہ سے بعض ایسے لوگ بھی آئے ہیں اور مجھے ملے ہیں جو صحت کی کمزوری یا دوسری روکوں کے باوجود راستے کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیک خواہشات کو اور تمناؤں کو اور دعاؤں کو جن کو لے کر وہ یہاں آئے ہیں قبول فرمائے۔ یہ سب لوگ بڑے پیار اور خلوص سے مل رہے ہیں۔ آنکھوں میں پہچان اور شدت کے جذبات ہیں اور یہ جذبات بالکل نئے احمدیوں میں بھی ہیں جنہوں نے ایک دو سال پہلے بیعت کی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے صدیوں کے بچھڑے ملے ہوں۔ یہ صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری جماعت کی خلافت سے محبت کی وجہ سے ہے۔ یہ حالت دیکھ کر، آپ لوگوں کے، مہمانوں اور یہاں کے رہنے والوں کے اخلاص و وفا اور تعلق کو دیکھ کر بے اختیار اللہ تعالیٰ کی اس پیاری جماعت پر پیار آتا ہے۔ احمدیوں کی یہاں چھوٹی سی جگہ ہے، یہاں کی احمدی آبادی کے جس گلی کوچے میں جاؤ نعرہ تکبیر اور اللہ اکبر کی صدا گونج رہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ حقیقت میں اپنی کبریائی ہر احمدی کے دل میں راسخ کر دے۔ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی حقیقت کو پائے رکھیں گے اس وقت تک راستے کی کوئی روک ہمیں آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔ پس ان دنوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے ہوئے اپنے رب کی پہچان، فہم و ادراک اور اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے مطابق عمل کرنے والے ہوں کہ:

''اے سننے والو سنو کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اُس کے ہو جاؤ، اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو، نہ آسمان میں نہ زمین میں''۔ اللہ ہمیں ایسا بنا دے، ہم اس کے ہر حکم پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ اس کی عبادت کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے والے بن جائیں۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی تعداد میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لئے قربانی کی مثالیں ہمیں جماعت احمدیہ کے اندر نظر آتی ہیں۔ زبان، معاشرہ، قبیلہ، قوم، ملک مختلف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی پہچان ہے، ایک دوسرے کے لئے قربانی کا شوق ہے۔ آج آپ دیکھ لیں بہت سے لوگ مختلف جگہوں سے آئے ہیں جو اس حسین معاشرے کے گواہ ہیں۔ قادیان کی مختصر سی احمدی آبادی آنے والوں کے لئے کس طرح خوشی سے اپنے آراموں کو تج کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت پر کمربستہ ہے۔ اپنے گھر مہمانوں کو دیئے ہوئے ہیں۔ جن کے زیادہ مہمان آ رہے ہیں، انہوں نے اگر

صحنوں میں گنجائش ہے تو صحنوں میں چھولداریاں یا خیمے لگا کر رہائش کی جگہیں بنائی ہوئی ہیں۔

یہ نظارے دیکھ کر ربوہ کے جلسوں کے نظارے بھی نظر کے سامنے گھوم جاتے ہیں، جب وہاں جلسے ہوتے تھے تو یہی نظارے نظر آتے تھے۔ یہ بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اہل ربوہ اور اہل پاکستان کی بے بسی کے دن بھی اپنے فضلوں سے بدلے اور وہ چہل پہل، وہ رونقیں، وہ قربانیوں کی مثالیں، دوبارہ وہاں جاری ہو جائیں۔ تو بہرحال میں یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آنے والے مہمانوں کی اہل قادیان خوب خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے اور یہ سب اپنے گھربار اور جو بھی دوسری سہولتیں میسر ہیں، اس پاک مقصد کے لئے آنے والے مہمانوں کے لئے مہیا کر رہے ہیں۔ 24 گھنٹے ان کے لئے اپنی خدمات وقف کی ہوئی ہیں۔ لیکن جب کام کی زیادتی ہو تو غیر ارادی طور پر بعض دفعہ کارکنان سے مہمانوں کی دل آزاری ہو جاتی ہے۔ کارکنان کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے، جیسا کہ کل بھی مَیں نے مختصراً کارکنان کے معائنہ کے وقت خطاب میں کہا تھا کہ جو بھی حالات ہوں، انتہائی وسیع حوصلگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ بعض دفعہ ایسے مواقع پیش آجاتے ہیں کہ مہمان کی طرف سے کسی بات کا مطالبہ ہوتا ہے جو یا تو جلسے کے حالات کے مطابق جائز نہیں ہوتا یا فوری طور پر اس کو پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا تو مہمان اس بات پر سخت رویہ اختیار کر لیتے ہیں اور جواباً کارکن بھی اسی رویہ کا مظاہرہ کرتے ہیں حالانکہ ایک کارکن کو زیب نہیں دیتا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ ہر حالت میں اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے اس لئے احتیاط کریں۔ بعض نئے معاونین بھی ہوتے ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ اس خدمت کا اعزاز پایا ہے بعض طبیعت کے لحاظ سے گرم مزاج کے یا غصیلے ہوتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر اپنی طبیعت پر کنٹرول نہیں تو ڈیوٹی سے معذرت کر دیں۔ یہ زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ بداخلاقی کا مظاہرہ کیا جائے جو کسی بھی صورت ایک احمدی کارکن کو زیب نہیں دیتا۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی خاطر آئے ہوئے مہمان ہیں۔ اس لئے مومن کی یہ شان ہے کہ ان کا احترام کرے۔

اللہ تعالیٰ نے مومن متقی کی یہ نشانی بتائی ہے کہ ﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (آل عمران:137) یعنی مومن غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو جب عام انسان سے بھی اس سلوک کا حکم ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی خاطر تکلیف برداشت کر کے آتے ہیں۔ ان سے تو بڑھ کر عفو اور درگزر کا سلوک ہونا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے اس حکم پر بھی عمل ہونا چاہئے کہ ﴿وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ یعنی لوگوں سے پیار اور محبت سے بات کیا کرو۔ یقیناً ممکن ہے کہ اپنے رویے کی سختی کے بعد آپ کے نرم رویے اور درگزر اور پیار کو دیکھ کر مہمان خود ہی شرمندہ ہو کر اپنے بے موقع مطالبے سے دست بردار ہو جائے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ یہ آنے والے مہمان نیک ارادے سے آنے والے ہیں یقیناً کارکنان کے اعلیٰ اخلاق کے رویّے سے ان میں اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کا احساس بڑھے گا جبکہ آپ کے سخت رویّے سے سوائے کج بحثی یا جھگڑے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

پھر یہاں کارکنان بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک تو یہاں بھارت کے رہنے والے ہیں جن میں آگے پھر قسمیں ہیں۔ معاشرے اور روایات کے لحاظ سے فرق ہے۔ ایک تعداد تو یہاں قادیان کے رہنے والوں کی ہے۔ یہ باوجود مختلف قومیتوں کے ہونے کے کم و بیش ایک مزاج کے ہیں۔ ان پر ماحول نے کچھ اثر ڈالا ہوا ہے۔ ان میں جامعہ وغیرہ کے طلباء بھی ہیں ان پر بھی خاص ماحول کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ وہ واقف زندگی ہیں اور خدا کی رضا کے حصول کے لئے انہوں نے اپنی زندگیاں گزارنے کا عہد کیا ہے۔ کچھ تربیت اور ٹریننگ کا اثر ہوتا ہے ان کے مزاج بدلتے ہیں۔ اور ہر اس طالب علم کا جس نے اپنی زندگی وقف کی ہے بلکہ ہر واقف زندگی کا مزاج بدلنا چاہئے۔ دوسرے کچھ کارکنان ہندوستان کے جنوب سے یا کشمیر سے آنے والے ہیں۔ یہی مجھے زیادہ نظر آئے ہیں، جب مَیں دو تین جگہ پر گیا ہوں۔ ان کے رہن سہن میں، معاشرے میں بہت فرق ہے۔ اس لئے بعض دفعہ مزاجوں کے خلاف بات ہو جائے یا کسی وجہ سے غلط فہمی ہو جائے تو آپس میں رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر جیسا کہ مَیں نے کہا باہر سے آنے والوں کی دوسری قسم خاص طور پر پاکستان سے آنے والے کارکنان بھی ہیں جو شوق سے ڈیوٹیاں دے رہے ہیں۔ تو یاد رکھیں کہ آپ جس جذبے کو لے کر آئے ہیں اس جذبے کے ساتھ خدمت کر سکتے ہیں۔ آپ کو بعض مجبوریوں کی وجہ سے وہاں موقع نہیں ملتا۔ بعض کے لئے یہ بالکل نیا کام ہے اس لئے بعض کو شاید کام کرنے میں دِقت بھی ہو، سمجھ نہ بھی آتی ہو کہ کیا کرنا ہے۔ لیکن اگر بے لوث خدمت کے جذبے سے اور اپنے افسر کی اطاعت کے جذبے سے کام کریں گے تو آپ خدمت کا حق ادا کرنے والے بھی ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بھی ہوں گے۔ تو دونوں قسم کے کارکنان یہ یاد رکھیں کہ یہاں آپ کسی جگہ کے خاص شہری ہونے یا کسی خاص قبیلے یا علاقے کے ہونے کی وجہ سے کام نہیں کر رہے بلکہ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے کر رہے ہیں اور کیونکہ ہم نے اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کیا ہے اس لئے ایک احمدی کا نمایاں وصف چاہے وہ کہیں کا بھی شہری ہو یہ ہونا چاہئے کہ اس نے اپنے جذبات پر کنٹرول رکھتے ہوئے خدمت کرنی ہے، اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے خدمت کرنی ہے، اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے خدمت کرنی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا ہر وقت یہ ذہن میں رکھیں کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کر رہے ہیں تبھی آپ کا یہ جذبہ ہر وقت بیدار رہے گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس نبی کے غلام ہیں جس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے کو مہمان کی عزت اور تکریم کرنے کے لئے حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تین دن تک اس کی مہمان نوازی کرو۔ اس طرف خاص توجہ دلائی ہے۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان سے مہمان نوازی کو باندھا ہے۔ تو اس حدیث میں یہ تین دن کی مہمان نوازی کی جو ہدایت ہے یہ تو مہمان کو احساس دلانے کے لئے ہے کہ میزبان پر بوجھ نہ پڑے۔ لیکن اگر نظام جماعت کی طرف سے زائد عرصہ کی میزبانی ہو رہی ہے تو آپ لوگوں نے جو اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کیا ہے تو آپ سب کو، تمام کارکنوں کو اتنا عرصہ خوش دلی سے میزبانی کرنی چاہئے۔

اور پھر آپ اس غلام صادق کے نمونے دیکھیں کس قدر خوبصورت ہیں کہ اندھیری راتوں میں لالٹین کی روشنی میں جا کر مہمان کو دودھ پلا رہے ہیں۔ مہمان آتے ہیں تو خود ہی طشتری میں کھانا لگا کر مہمان کے لئے لا رہے ہیں اور کبھی کسی طرح اور کبھی کسی طرح مہمان کی مہمان نوازی کے اہتمام کر رہے ہیں۔ آسام سے آئے ہوئے مہمانوں کے بارہ میں مشہور واقعہ ہے کہ وہ آئے اور کسی وجہ سے مہمان خانے کے عملے سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ تو جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتہ لگا کہ مہمان ناراض ہو کر ٹانگے میں بیٹھ کر واپس روانہ ہو گئے ہیں تو کس طرح آپ ان کے پیچھے جلدی جلدی روانہ ہوئے۔ اتنی جلدی میں کہ جوتی بھی چلتے چلتے پہنی۔ اور جب راستے میں ان مہمانوں کو جا لیا، ان کو راستے میں پکڑ لیا، ان کے پاس پہنچ گئے، تو حضور علیہ السلام نے ان سے خود ہی لنگر خانے کے عملے کے رویے پر معذرت کی۔ ان کو واپس چلنے کے لئے کہا۔ پھر ان کو ٹانگے پر بٹھانے کی کوشش کی کہ مَیں پیدل چلتا ہوں آپ ٹانگے پر بیٹھ کر چلیں۔ لیکن مہمان بھی شرمندہ تھے۔ وہ ساتھ چلے اور واپس آئے، آخر قادیان پہنچے۔ حضور علیہ السلام نے خود ہی ٹانگے سے سامان اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مہمان بھی شرمندہ ہیں روک رہے ہیں اور خود ہی سامان اتارنا چاہتے ہیں۔ مہمان خانے کا عملہ بھی شرمندہ ہے فوراً سامان اتارنے کے لئے آگے بڑھا۔ پھر آپ نے عملے کو نصیحت کی کہ مہمان دُور سے آئے ہیں ان کے جذبات کا خیال رکھا کرو۔ پھر ان کے علاقے کے رواج اور مزاج کے مطابق ان کے لئے خاص طور پر کھانا تیار کروایا۔ تو یہ ہیں نمونے مسیح پاک علیہ السلام کے۔

پھر کچھ عرصے بعد آخری عمر میں کام کی زیادتی کی وجہ سے، طبیعت کی وجہ سے بھی اور مہمانوں کی زیادہ آمد کی وجہ سے بھی خود تو اس طرح براہ راست نگرانی نہیں کر سکتے تھے تو لنگر خانے کے، مہمان خانے کے نگران کو ہدایت کی کہ مہمانوں کا خیال رکھا کرو۔ مَیں نے تم پر اعتماد کیا ہے اس اعتماد پر پورا اترو۔ تو بہرحال یہ مثالیں دینے کا مقصد یہ ہے کہ اب ان جلسوں پر آپ لوگ ہیں یا کارکنان ہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے کہ مہمانوں کی خدمت کریں۔ اس لئے پوری طرح حقِ مہمان نوازی ادا کریں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان جو یہاں آتے ہیں ان میں امیر بھی ہوتے ہیں غریب بھی ہوتے ہیں لیکن آپ نے ان سب کی خدمت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان سمجھ کر کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کے دنوں میں جو یہ حکم دیا ہوا تھا کہ ایک ہی کھانا پکا کرے گا اس لئے تھا کہ سب مہمان برابر اور ایک طرح ٹریٹ (Treat) کئے جائیں، ایک طرح ان کی خدمت کی جائے تا کہ مہمانوں کی مہمان نوازی میں کسی قسم کی تخصیص نہ ہو کہ یہ خاص مہمان ہیں اور یہ عام مہمان ہیں۔ تو آج بھی یہ روایت قائم ہے۔ لنگر خانوں میں ایک طرح کا کھانا پکتا ہے بلکہ بعض لوگ اپنے گھروں میں ٹھہرنے والے مہمانوں کے لئے علیحدہ کھانا بھی تیار کرتے ہیں لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ مہمان لنگر خانے کے کھانے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ تو بہرحال بات یہ ہو رہی تھی کہ مہمانوں کی عزت اور احترام اور تکریم کرنی ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا بعض دفعہ ایسے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں کہ سختی کرنے کی مجبوری ہوتی ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی غیر ارادی طور پر سختی ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک کارکن کو اخلاق کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کے لئے تب بھی جذبات پر کنٹرول کرنا چاہئے۔ غلطی سے کوئی لفظ نکل بھی جائے تو فوری طور پر معافی مانگ کر معاملہ رفع دفع کرنا چاہئے۔

جیسا کہ مَیں پہلے بھی بتا آیا ہوں کہ یہاں مختلف ملکوں اور معاشروں اور مزاجوں کے کارکنان ہیں لیکن آپ سب نے آپس میں ایک ہو کر کام کرنا ہے۔ آپس میں پیار محبت اور قربانی کے اعلیٰ نمونے دکھانے ہیں۔ بعض دفعہ بعض نوجوان جو زیادہ جوشیلی طبیعت کے مالک ہوتے ہیں ذرا سی بات پر جوش میں آجاتے

ہیں اور جھگڑ کر نہ صرف فضا کو مکدر کر رہے ہوتے ہیں بلکہ ساتھ ہی دوسروں پر، غیروں پر، دیکھنے والوں پر بھی جماعت کا اچھا اثر قائم نہیں کر رہے ہوتے۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ جہاں بھی آپ خدمت کر رہے ہیں وہاں بعض عملہ یا کام کرنے والے غیر از جماعت یا غیر مسلم بھی ہوتے ہیں مثلاً لنگر خانوں وغیرہ میں آپ مزدوروں کو کسی قسم کی غلط حرکت کر کے غلط تاثر دے رہے ہوں گے۔ پس اس سے بھی بچیں۔

کچھ عرصے کی بات ہے مجھے ایک نوجوان نے لکھا کہ 1991ء میں آپ کی یہاں ڈیوٹی تھی، یعنی میری یہاں ڈیوٹی تھی۔ اُس وقت مَیں نے لنگر خانہ نمبر 1 میں بطور نائب ناظم کے لنگر میں ڈیوٹی دی تھی۔ اس لڑکے کی بھی یہاں ڈیوٹی تھی یہیں قادیان انڈیا کے رہنے والے تھے۔ اس لڑکے نے کہا کہ اسے غصہ آ گیا اور وہ کہتا ہے کہ مَیں نے ایسے الفاظ کہے جس سے پاکستانی معاونین اور کام کرنے والے، ڈیوٹی دینے والے جو آئے ہوئے تھے، ان کے خلاف غصے کا اظہار ہوتا تھا۔ تو مجھے اس نوجوان نے لکھا کہ اس وقت مَیں بالکل نوجوانی کی عمر میں تھا۔ اس لئے غصہ بھی زیادہ آتا تھا تو آپ نے مجھے دیکھا اور اس بات پر کچھ نہیں کہا اور مسکرا دیئے۔ اور میرے دوبارہ یا تیسری مرتبہ کہنے پر میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پیار سے سمجھایا کہ ہم کس طرح ڈیوٹی دیں گے؟ ہم کون ہیں؟ اس نوجوان پر اثر ہوا ہو گا تو اس نے یہ بات آج تک یاد رکھی ہے ورنہ اس وقت مَیں نائب ناظم کی حیثیت سے اس کی سرزنش کرتا یا شکایت کرتا یا پاکستانی جو دوسرے معاونین تھے ان کے غصے کو بھڑکنے دیتا تو صرف نفرتیں بڑھتیں اور کچھ بھی نہ ہوتا۔ تو یہ بات اس نے بارہ تیرہ سال یاد رکھی ہے اور اب مجھے لکھی ہے۔

تو آپس میں ڈیوٹیاں دینے والے پیار محبت سے کام کیا کریں۔ اس طرح جہاں کام کے بہتر نتائج نکلیں گے وہاں آپ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے بھی ٹھہریں گے۔ وہاں آپ جماعت کا نیک اثر قائم کرنے والے بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس طرح کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر بعض دفعہ افسران قومیت کے کمپلیکس (Complex) کی وجہ سے اپنے ماتحت افسران سے بلاوجہ چڑ جاتے ہیں۔ یہ ساری عملی باتیں ہیں جو سامنے آتی ہیں جن کو مَیں بیان کر رہا ہوں اور مَیں دیکھ چکا ہوں۔ اس سے کام پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ معاونوں اور مزدوروں کے کاموں پر بھی اثر پڑ رہا ہوتا ہے اس لئے افسران صیغہ جات بھی اپنے ماتحتوں اور دوسرے شعبے کے افسران کے متعلق وسعت حوصلہ سے کام لیا کریں۔ افسران شعبہ جات تو بہرحال یہیں کے رہنے والے ہیں، اکثریت ان میں سے قادیان کی ہے یا شاید مربیان بھی ہوں گے۔ باہر سے آنے والے کارکنان مکمل طور پر ان سے تعاون بھی کریں اور ان کی اطاعت بھی کریں، کسی قسم کا شکوہ نہ پیدا ہونے دیں۔ لیکن بہرحال دونوں طرف سے ایک دوسرے کی خاطر بعض چیزیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ناظمین یا افسران شعبہ یا شعبوں کے جو انچارج ہیں وہ بھی یہ یاد رکھیں کہ بحیثیت نگران آپ کی تمام تر ذمہ داری ہے کہ شعبے کا کام صحیح طور پر اور صحیح نہج پر چل رہا ہو۔ اگر پاکستان سے آئے ہوئے کارکنان یا کسی دوسرے ملک سے آئے ہوئے کارکنان یا کوئی بھی کارکنان جو آپ کی مدد کے لئے لگائے گئے ہیں، وہ صرف آپ کی مدد کے لئے لگائے گئے ہیں چاہے وہ کسی بھی عمر یا لیول (Level) کے ہوں۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ یہاں کے جو افسران اور انچارج بنائے گئے ہیں ان کی ذمہ داری ختم ہو گئی ہے۔ بلکہ کسی بھی شکایت یا بے قاعدگی کی صورت میں جوابدہ شعبہ کا افسر ہو گا۔ اس لئے کبھی آپ لوگوں کا یہ جواب نہ ہو کہ فلاں شخص جو پاکستان سے آیا تھا یا فلاں شخص جو فلاں ملک سے آیا تھا اور جس کو انتظامیہ نے اس کے تجربے کی وجہ سے ہمارے ساتھ لگا دیا تھا اس کی وجہ سے بعض خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ جس کی بھی کوتاہی ہو چاہے وہ معاون کی ہو افسران شعبہ یا نگران صیغہ جات کی جو بھی ہوں جو قادیان یا بھارت کے رہنے والے ہیں وہی ذمہ دار ہیں۔ اور بحیثیت افسر وہ اپنے سب کارکنوں کے نگران ہیں۔ اور یہی اصول ہمیں بتایا گیا ہے کہ نگران ہی اپنی زیر نگرانی کام کرنے والوں کے لئے یا اپنی رعایا کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

پھر جیسا کہ مَیں نے کل معائنے کے دوران بھی کہا تھا کہ کارکنوں کی ڈیوٹیوں کی ادائیگی کی نگرانی بھی آپ نے کرنی ہے ان کے اخلاق کی نگرانی بھی آپ نے کرنی ہے، ان کی نمازوں کی ادائیگی کی پابندی کے بارے میں بھی آپ ذمہ دار ہیں۔ تو ہر شعبے کا ہر کارکن جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ جس طرح ہر مہمان کے لئے چاہے وہ غریب ہے یا امیر ہے جیسا کہ مَیں نے کہا، مہمان نوازی، کھانے اور رہائش وغیرہ کا انتظام کرنا ہے۔ اسی طرح ہر مہمان کی عزت کرنا بھی آپ پر فرض ہے۔ اور کارکنوں کے یہی نمونے ہیں جو نئے آنے والوں کو مزید قریب لانے کا موجب بنتے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ اچھے کھاتے پیتے مہمان کی خدمت تو ہو رہی ہو۔ ان کی عزت و احترام تو ہو رہا ہو اور یہاں دُور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی ہو رہی ہو۔

پھر جو باہر سے، دوسرے ملکوں سے مہمان آ رہے ہیں وہ بھی خیال رکھیں کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلسے میں شامل ہونے کے لئے آ رہے ہیں یا آئے ہیں، جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کے قریب لانے اور دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے منعقد کیا جا رہا ہے اور کیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ یہاں آ کر اس ماحول کے تقدس اور احترام کا بھی خیال رکھیں۔ اس میں سلام کو رواج دینا بھی ہے، ایک دوسرے سے محبت سے ملنا ہے، ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا ہے۔ سلام کو رواج دینا صرف سارے مہمانوں کا کام ہی نہیں بلکہ مہمان ہوں، میزبان ہوں، باہر کے ہوں، آپس میں اس ماحول میں سلام کو خوب رواج دیں تا کہ ہر غریب امیر میں یہ احساس پیدا ہو کہ ہم ایک جماعت ہیں۔ معاشرے اور مالی حالات کے فرق کے باوجود بحیثیت انسان، بحیثیت احمدی ہم بھائی بھائی اور ایک دوسرے کے لئے باعث عزت و تکریم ہیں۔ یہ نمایاں وصف ہے جو ہر احمدی میں ان دنوں میں نظر آنا چاہئے۔ کسی کا علم، کسی کی نیکی یا اور خصوصیات بے فائدہ ہیں اگر اپنے غریب بھائیوں کے لئے دل میں عزت و احترام نہیں ہے۔

پھر مَیں مہمانوں سے بھی یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ جو ایک نیک مقصد کے لئے یہاں آ رہے ہیں اس مقصد کو حاصل کرنے کی طرف ہمیشہ نظر رکھیں۔ اپنے میزبانوں سے انتظامیہ سے غیر ضروری توقعات وابستہ نہ کریں۔ بے آرامی بھی اگر ہو تو اس کو برداشت کریں۔ جلسے کے یہ چند دن ہیں اور پھر آپ آئے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہیں۔

باہر سے جو آنے والے ہیں خاص طور پر یورپ وغیرہ سے، بعض اوقات ان کو سردی بھی لگے گی، خاص طور پر گھروں کے اندر سردی لگے گی، کیونکہ وہاں ان کو ہیٹنگ (Heating) کی عادت ہے، یہاں وہ چیزیں اور وہ سہولتیں میسر نہیں۔ لیکن اگر آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر برداشت کر رہے ہوں گے تو اس کوفت میں بھی مزا آئے گا۔

بستروں کے لئے مَیں گزشتہ خطبے میں بھی بتا چکا ہوں کہ لے کر آئیں۔ جو آ گئے ہیں اگر نہیں لائے تو یہاں سے خریدنے کا انتظام کریں، انتظامیہ سے رابطہ کر کے جو بھی میسر ہو سکتا ہے بہرحال جو توفیق رکھتے ہیں وہ خریدیں تا کہ نظام پر بوجھ نہ پڑے۔ پھر جب جلسہ ختم ہو گا اور اگر آپ کے بستر بہتر حالت میں اور نئی حالت میں اور اچھی حالت میں ہوں تو جاتے ہوئے آپ یہاں کے انتظام جلسہ کو دے کر جا سکتے ہیں تا کہ اگلے سال مہمانوں کے کام آ سکیں۔ یہ بھی آپ کے لئے ایک ثواب کمانے کا ذریعہ ہے۔ تو بہرحال جن کو یہاں کے انتظام کے تحت بستر ملیں، جیسے بھی ہیں اس پر صبر شکر کریں۔

اس سال آج تو کچھ سردی کا ذرا سا زور ہے، 1991ء کی نسبت تو بہت کم سردی ہے شاید جلسے کے دنوں میں بڑھتی چلی جائے۔ بہرحال 1991ء میں مجھے یاد ہے کہ شدید سردی تھی اور رضائی اور لحاف ناکافی ہوتے تھے اس لئے سویٹر اور جیکٹ پہن کر ہی سونا پڑتا تھا۔ تو بہرحال مہمان یہ بات یاد رکھیں کہ بجائے میزبان سے توقعات رکھنے کے خود جس حد تک انتظام کر سکتے ہیں جو آسودہ حال ہیں وہ اپنے انتظام کریں تا کہ جو غریب ہیں ان کے لئے جو انتظام ہے اس کے تحت جس حد تک سہولت میسر کی جا سکتی ہے، کی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ سب مہمانوں کو صبر اور برداشت سے یہ دن گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عموماً احمدی جو جلسے پر آتے ہیں اسی جذبے کے تحت آتے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ بعض غصیلی طبیعتیں یا نازک مزاج اپنے رویے کی وجہ سے انتظامیہ کے لئے بھی تکلیف کا باعث بن جاتے ہیں اور ماحول کو بھی خراب کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسی صورت جب ہو تو مہمان خود بھی جو ایک دوسرے کے واقف ہیں، ایک دوسرے کو پیار اور حکمت سے سمجھاتے رہیں۔ پھر سب احمدی چاہے وہ میزبان ہیں یا مہمان، اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ یہاں ہمارے جلسے پر بہت سے غیر از جماعت اور غیر مسلم بھی شامل ہوتے ہیں۔ شوق سے شامل ہونے کے لئے آ جاتے ہیں اور عموماً بڑے متاثر ہو کر جاتے ہیں اور اب تو ایم ٹی اے کے کیمروں کی نظر بھی آپ پر ہو گی۔ اس لئے جلسے کے دوران اور سڑکوں وغیرہ پر آپ کی ہر حرکت اور سکون سلجھا ہوا ہونا چاہئے جو دوسروں پر نیک اثر ڈالنے والا ہو۔

یہاں کی ایک بڑی پڑھی لکھی شخصیت ہیں، ان کے زیر انتظام سکول بھی چلتے ہیں مجھے ملنے آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ مَیں بچپن سے اپنے والد صاحب کے ساتھ جلسے پر آ رہا ہوں اور اب تو عادت پڑ گئی ہے اس لئے ہمیشہ شامل ہوتا ہوں حالانکہ وہ غیر مسلم تھے۔ انہوں نے بتایا کہ والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ قطع نظر اس کے کہ ہمارے مذہب اور احمدیوں کے مذہب میں فرق ہے لیکن جو باتیں جلسے میں ہوتی ہیں وہ ایسی پیاری اور نیکی کی باتیں اور نیکی کی طرف بلانے والی باتیں ہوتی ہیں کہ انہیں ضرور سننا چاہئے اور اس لئے مَیں شامل ہوتا ہوں۔ تو دیکھیں غیروں پر بھی ہمارے جلسوں کا ایک نیک اثر ہے۔ ہمارے بزرگوں نے جو اثر پیدا کیا اور اسے قائم رکھا۔ ہمارا بھی کام ہے کہ اپنی روایات کو قائم رکھیں۔ جس تعلیم کا دعویٰ ہے اس پر سختی سے کاربند ہوں۔ اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ اپنی بھی اصلاح کریں اور دوسروں کے لئے بھی نیک نمونے قائم کریں۔ اس لئے ہر احمدی کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ اس نے نیک اور پاک نمونوں کو اپنے اوپر لاگو

کرنا ہے۔ اگر ہم صرف نیک باتیں کرتے ہیں اوران پر عمل نہیں کرتے تو یہ نیکی کی باتیں بے فائدہ ہیں۔ ایک احمدی میں کبھی بھی دوعملی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ جلسے بھی ہماری تبلیغ کے ذریعے ہیں اس لئے ہر احمدی کو جو اس میں شامل ہونے کے لئے آتا ہے اپنی اصلاح کی طرف ان دنوں میں توجہ دینی چاہئے اور اپنے قول و فعل کو ایک کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ہمیں یہی حکم ہے۔ فرمایا ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾(الصف:3-4) یعنی اے مومنو! وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ خدا کے نزدیک اس بات کا دعویٰ کرنا جو تم کرتے نہیں، بہت ناپسندیدہ ہے۔ اس کے عذاب کو بھڑکانے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ: ''یاد رکھو کہ صرف لفاظی اور لسانی کام نہیں آسکتی جب تک عمل نہ ہو۔ اور باتیں عنداللہ کچھ وقعت نہیں رکھتیں''۔ (رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء)۔ یعنی ادھر ادھر کی باتیں مارنا یا بہانے کرنا یا وضاحتیں کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ عمل ہی ہے جو وقعت رکھنے والی چیز ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ: ''اسلام کا دعویٰ کرنا اور میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرنا کوئی آسان کام نہیں کیونکہ جب تک ایمان کے ساتھ عمل نہ ہو کچھ نہیں۔ منہ سے دعویٰ کرنا اور عمل سے اس کا ثبوت نہ دینا خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے اور اس آیت کا مصداق ہوجاتا ہے ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾(الصف:3-4)۔.......... پس وہ انسان جس کو اسلام کا دعویٰ ہے یا جو میرے ہاتھ پر توبہ کرتا ہے اگر وہ اپنے آپ کو اس دعویٰ کے مطابق نہیں بناتا اور اس کے اندر کھوٹ رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے غضب کے نیچے آجاتا ہے۔ اس سے بچنا لازم ہے۔ (تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر سورۃ الصف)۔ اس غضب سے بچنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''دعائیں کرتے رہو کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک خدا نہ رکھے''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر سورۃ الصف)

پس آپ سب جن کو اللہ تعالیٰ نے جلسے سے چند دن پہلے مسیح پاک کی اس روحانیت سے پُر اور پیاری بستی میں آنے کا موقع دیا ہے، مختلف جگہوں پر جاتے ہیں، پرانی عمارتیں ہیں، بہشتی مقبرہ ہے، ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ تو یاد رکھیں کہ آپ نے اپنے قول و فعل میں یک رنگی پیدا کرنی ہے اور یہ کیفیت پیدا کرنے کے لئے دعائیں کرنی ہیں۔ جو آرہے ہیں وہ بھی یہاں کے دن رات دعاؤں میں گزاریں۔

اپنے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے والا بنائیں اور اپنے نمونوں سے غیروں پر بھی نیک اثرات قائم کریں۔ ہر جگہ ہر موقع پر آپ سے اچھے اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہئے، بازاروں میں پھرتے ہوئے، سودے خریدتے ہوئے، جو غیر مسلم ہیں ان سے باتیں کرتے ہوئے اچھے اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہئے، کوئی بھی غیر ضروری اور غیر اخلاقی بات کسی احمدی کے منہ سے نہ نکلے۔ مختلف شخصیات جو مجھے ملی ہیں ان سے ملنے سے بھی تاثر ملتا ہے بلکہ بعض نے تو کھل کر اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ان کی نظر میں قادیان کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ہر احمدی جو یہاں مختلف جگہوں سے آیا ہے وہ یاد رکھے کہ اس نے اس کے مقام اور تقدس کو مزید اجاگر کرنا ہے۔ یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا، یہی آپ کا نیک نمونہ خاموش دعوت الیٰ اللہ اور تبلیغ ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ جلسے کے دنوں میں یہاں مختلف جگہوں سے مہمان بھی آئے ہوئے ہیں، ایک دوسرے کے لئے نئی شکلیں ہوں گی، پہچانتے بھی نہیں ہوں گے کیونکہ قادیان کی تھوڑی سی آبادی ہے، اس سے پانچ چھ گنا زیادہ آبادی باہر سے آئی ہوگی تو ایسے مجمعوں میں بعض دفعہ شرارتی عنصر یا ایسا طبقہ آجاتا ہے جو شرارت کرنے والا ہو۔ اس لئے جب تک کسی کے بارے میں صحیح علم نہ ہو جائے محتاط بھی رہیں اور نظر بھی رکھیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی بعض حرکتیں شک میں ڈال دیتی ہیں۔ اگر کسی پہ شک ہو تو ہر احمدی کو نظر رکھنی چاہئے اور فوری طور پر انتظامیہ کو بھی بتا دینا چاہئے۔ خاص طور پر عورتوں میں نگرانی کی خاص ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں لمبی تربیت کے بعد اس طرف توجہ پیدا ہو چکی ہے اور عموماً لوگ اس کا احساس کرتے ہیں۔ آپ کو انتظامیہ کی طرف سے تحریراً بھی ہدایات دی جارہی ہیں یا مل چکی ہیں، اعلان بھی ہوتا رہتا ہے۔ کوئی مشکوک چیز دیکھیں، کوئی مشکوک آدمی دیکھیں، کوئی اور ایسی چیز دیکھیں جس سے آپ کے دل میں شک گزرے تو فوری طور پر انتظامیہ کو اطلاع کریں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہمارے ساتھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب سے بڑھ کر ہماری حفاظت تو اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ لیکن بعض نئے آنے والوں کو، نوجوانوں کو میں اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کیونکہ ہر احمدی کی یہ ٹریننگ بھی ہونی چاہئے کہ وہ محتاط بھی ہو، نظر رکھنے والا بھی ہو اور ہوشیار بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور آپ سب اس بستی اور اس جلسے کی برکتیں اور روحانیت سمیٹنے والے ہوں۔

❀❀❀❀❀❀❀❀

جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کے زیر اہتمام

جلسہ سیرت النبی ﷺ کا بابرکت انعقاد

(مبارک احمد خان۔ نیشنل سیکرٹری تبلیغ نیوزی لینڈ)

دنیا میں بے شمار انسان پیدا ہوئے جنہوں نے عظیم انقلاب برپا کئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے فیضان سے بنی نوع انسان آج بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ یہ سب یا تو سیاسی نوعیت کے تھے یا پھر مذہبی رنگ میں رنگین تھے۔ ہر کمال میں اکمل ترین آج تک صرف ایک ہی انسان پیدا ہوا ہے جس کا نام محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ یہ اشعار آپؐ کی شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

آنحضرت ﷺ کی شان میں جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ ہر سال خصوصی دن مناتی ہے تاکہ ہمیں خدا کے پیارے نبی ﷺ کی بے مثال زندگی سے آگاہی ہو اور ہم خدا کے فضلوں سے فیضیاب ہوسکیں۔

امسال مورخہ 27 نومبر 2005ء بروز اتوار جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کا جلسہ سیرت النبی ﷺ مرکزی مسجد بیت المقیت میں منعقد ہوا۔ امسال اس کا خصوصی موضوع ''حضرت محمد ﷺ بحیثیت انسان کامل'' رکھا گیا تھا۔ تقریب کا آغاز مکرم افضل صادق صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا جبکہ وسیم احمد صاحب نے ایک نعت خوش الحانی سے پیش کی۔ بعدہ خاکسار نے جلسہ کے موضوع کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ عظیم انسانوں کی بے مثال قربانیوں کی یاد میں دن منانا ثواب کا کام ہے۔ خصوصاً خاتم الانبیاء اور انسان کامل ﷺ کی یاد میں دن منانے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارشیں نازل ہوتی ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات جس پہلو سے بھی دیکھی جائے اس کی مثال بنی نوع انسان میں ملنا مشکل ہے۔ آپؐ کی شخصیت سب کمالات کی جامع تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

'' جمیع اخلاق اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت ولطافت ونورانیت پرواقعہ تھے کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے۔ اُن نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہوگیا۔ اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا''۔

آنحضرت ﷺ کی شخصیت بحیثیت ایک خاوند، ایک باپ، ایک سپاہی اور ایک جرنیل یا ایک لیڈر کے کامل نمونہ تھی۔ آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو عدیم المثال تھا۔

جلسہ کی پہلی تقریر مکرم بشارت احمد صاحب نیشنل صدر مجلس انصاراللہ نے ''آنحضرتؐ کی آمد از روئے بائبل'' تھی۔ بعدہٗ مکرم ذیشان خان صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا منظوم کلام ''وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا'' خوش الحانی سے پیش کی۔

مکرم یونس حنیف صاحب نیشنل صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے ''آنحضرتؐ بحیثیت رحمۃ للعالمین'' پر پرجوش تقریر کی جس میں حضور انور ﷺ کی زندگی کے بہت پیارے واقعات سنائے اور حضور ﷺ کے اعلیٰ کردار کے چند واقعات بیان فرمائے۔

بعدہ مکرم محمد سہراب صاحب نیشنل صدر جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو جو دفاعی جنگیں لڑنی پڑیں ان میں آپ نے محسن انسانیت ہونے کا اکمل ترین نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں پر ہاتھ اٹھانے سے روک دیا۔ درختوں اور فصلوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا۔ اور بتایا کہ آج کی نام نہاد ترقی یافتہ قومیں جنگوں میں اتنی تباہی مچاتی ہیں کہ ملک کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیتی ہیں۔

مکرم صدر صاحب نے ایسے ممالک کو آنحضرت ﷺ کا نمونہ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

آخری تقریر مکرم محمد اقبال صاحب کی تھی جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے عورتوں پر احسانات کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ کس طرح عورت کو ایک غلام اور قابل رحم حیثیت سے اٹھا کر معاشرے میں ایک معزز اور قابل احترام مستحق بنا دیا۔

آخر میں محمد سہراب صاحب نیشنل صدر جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ نے حاضرین اور مدعو مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور اجتماعی دعا کے ساتھ یہ جلسہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

قارئین سے درخواست دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ جلسہ جماعت نیوزی لینڈ کے لئے بابرکت ثابت ہو اور جن احباب نے اس کی کامیابی میں حصہ لیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور دینی ودنیاوی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ آمین

❀❀❀❀❀

MOT
Cars: £38 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

Papatia (بینن) میں
احمدیہ مسجد کے افتتاح کی مبارک تقریب

(رپورٹ: ناصر احمد محمود طاهر۔ مبلغ سلسلہ بینن)

Papatia شمالی بینن کا ایک گاؤں ہے جو بینن میں سیاحت کے شہر Natitingou (نتنتنگو) سے جانب جنوب ۳۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ علاقہ ہمارے مبلغ سلسلہ مکرم مرزا انوارالحق کے سپرد ہے۔ یہاں پر جماعتِ احمدیہ کا پہلی مرتبہ تعارف فروری 2004ء میں اس وقت ہوا جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ بینن کی اطلاعات کے سلسلہ میں مبلغین بینن جگہ جگہ جا کر اطلاعیں دے رہے تھے۔ محترم انوارالحق صاحب نے یہاں پر دو تبلیغی پروگرام کئے اور حضورِ انور کی بینن آمد کے لئے 8 افراد کا وفد تیار کیا جو پاراکو والے پروگرام پر حاضر ہوا۔ واپس جا کر ان لوگوں نے اپنے ماحول میں بھی باتیں بتائیں تو قریبی گاؤں کے مُلّاں حضرات جن کے یہ تابع تھے۔ انہوں نے انہیں جماعت کے خلاف کرنا چاہا مگر یہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ مبارک دیکھ چکے تھے۔ مخالفت کرنا اب ان کے بس میں نہ تھا۔ اب تو ایمان کی چنگاری دلوں میں سلگنی شروع ہو چکی تھی۔ بہرکیف ان ملّاں حضرات سے انہوں نے کہا کہ اگر جو آپ کہتے ہیں سچ ہے تو ان کے ایک اور مشنری آئے ہیں ان سے بالمشافہ گفتگو ہو سب سنیں اور سچ نکھر آئے۔ چنانچہ اس قسم کی چار مجالس تبلیغ وقتاً فوقتاً ہوئیں اور بعض تو چار چار گھنٹے تک جاری رہیں۔ مُلّاں حضرات اعتراض کرتے انہیں جواب دیئے جاتے۔ بالآخر چھٹی مجلس سوال جواب میں وفاتِ مسیح اور ختمِ نبوت کی بحث پر مُلّاں حضرات مسکوت ہو گئے تو محفل چھوڑ کر چلے گئے اور کہنے لگے کہ Papatia والو تم اس (کفر) سے بچ جاؤ ہم تو اپنا ایمان بچاتے ہوئے جا رہے ہیں۔ اسی وقت یہ گاؤں احمدیت کے ساتھ ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر ان میں سچائی نہ ہوتی تو ان لوگوں کو ہمارے پاس ان جنگلوں میں آ کر مشکلات برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بس ہم احمدیت کے ساتھ ہیں۔ پھر بیعت کا پروگرام بنایا اور ستمبر 2004ء میں محترم امیر صاحب تشریف لے گئے اور 176 افراد نے بیعت کی۔ اور بیعت کے ماہ سے ہی چندہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ اور ان کے 20,25 کمانے والے افراد اگرچہ تھوڑا مگر مسلسل چندہ دے رہے ہیں۔ پھر نتنتنگو میں ایک تربیتی کلاس کا انعقاد کیا گیا اس میں اس گاؤں کے تین افراد شامل ہوئے۔

یہ لوگ سال ہا سال سے ایک چھپر تلے نماز پڑھتے تھے۔ مارچ 2005ء میں انہوں نے مسجد کے لئے درخواست کی جو مکرم امیر صاحب نے ان کی مسلسل مالی قربانی کے جذبے کو دیکھ کر اس وعدے پر قبول کی کہ آدھا خرچ یہ گاؤں والے برداشت کریں گے۔ چنانچہ 7x7 مربع میٹر مسجد کی تعمیر کا خرچ جو ساڑھے چار لاکھ فرانک سیفا تھا اس کا 35% انہوں نے مالی قربانی اور 15% سے زائد وقار عمل کر کے بچت کی اور مسجد کی دیواریں خود بنائیں۔ جماعت نے چھت اور فرش ڈال کر دیا۔ جب مئی 2005ء میں مسجد تیار ہو گئی تو ان لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ محترم امیر صاحب سے افتتاح کرنے کے لئے کہا چنانچہ 29 مئی 2005ء کو محترم امیر صاحب مبلغینِ کرام، نیشنل مجلسِ عاملہ کے 6 ممبران اور چند ایک دیگر جماعتی بزرگ احباب پر مشتمل 19 افراد کے وفد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

جب امیر صاحب کا قافلہ اس گاؤں پہنچا تو غریب عوام کا محبت بھرا خاموش استقبال سب کو بہت اچھا لگا۔ خاموش استقبال اس لئے کہ افریقہ اور بینن کی یہ روایت ہے کہ ہر فنکشن پر ڈھول والوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور خوب جوش کے ساتھ شور و غوغا ہوتا ہے۔ مگر یہاں پر اس روایت سے ہٹ کر جو منظر سامنے آیا وہ بھی دلوں کو خوب بھایا۔ چھوٹی سی آبادی پر مشتمل اس گاؤں کے مرد حضرات باری باری مرکزی وفد کے اراکین سے گلے ملتے اور اپنی زبان میں خوش آمدید اور جی آیاں نوں کہتے۔ بڑوں کے بعد بچوں نے ایک لائن بنا کر سب کو خوش آمدید کہا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لوکل زبان میں قصیدہ گایا۔

اس تقریب میں اس علاقہ کے سرکردہ افراد بھی مدعو کئے ہوئے تھے جنہوں نے تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد موقع کی مناسبت سے تقاریر کیں اور احمدیت کے بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس علاقہ کے چیف chef de arrondisement نے اپنی تقریر میں جماعتِ احمدیہ کی اس گاؤں میں آمد کو سراہا۔ اور کہا کہ شکر ہے کہ ہمیں ایسے لوگ ملے ہیں جو بات وہ کہتے ہیں اسے حق کر دکھاتے ہیں۔ چیف کے بعد جماعت کے سیکرٹری جنرل نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم اس مسجد کے افتتاح پر اللہ تعالیٰ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے ہمارے ملک کا دورہ کیا اور اس میں فلاح و بہبود کے کام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ papatia کے لوگ مسجد کا خواب ہی دیکھا کرتے تھے مگر آپ لوگوں کے ذریعہ یہاں کے مسلمانوں کا خواب تعبیر میں بدل گیا ہے۔

papatia گاؤں کے چیف نے کہا کہ ہمارے باپ دادا مسجد کے تصور میں ہی فوت گئے۔ یہاں مسجد کی تعمیر کے خواب جو انہوں نے دیکھے تھے آج شرمندہ تعبیر ہو رہے ہیں۔ یہاں مسجد تعمیر کر کے احمدیت نے دنیا کا بہترین تحفہ ہمیں دیا ہے ہم اسے یاد رکھیں گے اور اس کی قدر کریں گے اور وفاداری کر کے دکھائیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے (آمین)

ان اتھارٹیز کی تقاریر کے بعد گاؤں کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے نماز با جماعت ادا کرنے کا طریق حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ ان بچوں میں سے ایک امام بنا اور باقیوں نے مقتدی بن کر ساری نماز با جماعت ادا کی۔ بعد ازاں محترم امیر صاحب بینن نے اپنے خطاب میں اہل گاؤں کو اس طرف توجہ دلائی کہ اگرچہ مسجد کی تعمیر سے آپ کے بزرگوں کے خواب پورے ہوئے ہیں مگر ان کی اصل تعبیر ابھی باقی ہے دراصل اب ان خوابوں کی تعبیر کا کام شروع ہونا ہے جب آپ نے اپنے بچوں کو مسجد میں لے کر آنا ہے نماز قرآن کریم اور دینی معلومات سکھانی ہے بچوں کی تربیت کرنی ہے۔ اس لئے پہلے روز سے ہی اس طرف توجہ کریں اور اپنے بزرگوں کی روحوں کو تسکین پہنچائیں۔ نیز محترم امیر صاحب نے گاؤں کے افراد کی تعریف کی کہ جب پہلی مرتبہ ستمبر 2004ء میں مَیں نے یہاں کا دورہ کیا تھا۔ تو صرف ایک آدمی کو ٹوٹی پھوٹی نماز آتی تھی۔ آج اللہ کے فضل سے بچوں نے بھی سنائی بلکہ با جماعت سنائی ہے۔ اس شوق اور محنت کو جاری رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور ہر آن آپ کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

تقریر کے بعد سب مسجد کی طرف گئے اور رسمی رنگ میں فیتہ کاٹا گیا اس موقع پر محترم امیر صاحب کے ساتھ صدر صاحب جماعت اور علاقے کے چیف اور امام فیتہ کاٹنے میں شامل ہوئے۔ اس دوران لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد اور درود پڑھا گیا نیز خوشی سے نعرہ ہائے تکبیر بھی بلند ہوئے۔ بعد ازاں اجتماعی دعا ہوئی اور کچھ مزید ہدایات کے بعد واپس روانگی ہوئی۔ اس تقریب میں چھوٹے بڑے کل 125 افراد شامل ہوئے۔ یہ خالصۃً ساری کی ساری نومبائع جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے دل عبادت کے ذوق اور مامور زمانہ کی محبت اور دعوتِ الی اللہ کے شوق سے بھر جائیں اور اسلام اور احمدیت کے لئے مفید وجود ثابت ہوں۔ ان کا یہ سچا اخلاص ترقی کرتا جائے اور خدا کی رضا کا موجب بنا رہے (آمین)

❀❀❀❀❀

بقیہ: خطبہ عیدالاضحیہ از صفحہ نمبر 2

عربی علاقے پاکستان کے ہاتھ پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اور پاکستان ان کی اتباع نہیں کر سکتا۔ ہر شخص کو اپنی آزادی پیاری ہوتی ہے۔ کون ہے جو دوسرے کے لئے اپنی آزادی قربان کر دے۔ اُس کے لئے اپنی آزادی قربان کی جا سکتی ہے جس کے متعلق انسان کو یہ یقین ہو کہ اس کا ہاتھ انسان کا ہاتھ نہیں بلکہ خدا کا ہاتھ ہے۔

ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک جرمن نومسلم کا خط میرے نام آیا جو بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ مَیں نے اسے جواب میں لکھا کہ کیا یہ ممکن تھا کہ جرمنی کے لوگ ہندوستانیوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتے۔ یہ خدا کا ہاتھ ہی ہے جو تمہیں ہندوستان میں رہنے والے ایک شخص کی طرف کھینچ لایا۔ ورنہ وہ لوگ جو ایشیا اور ہندوستان میں رہنے والوں کو ذلیل سمجھا کرتے تھے ان سے یہ کب امید ہو سکتی تھی کہ وہ ان کی اطاعت کریں گے۔ یہ خدا کے ہاتھ کی ہی برکت ہے کہ اسی ہاتھ پر سب دنیا جمع ہو گی اور اسی سے ساری دنیا ایک دن عدل اور انصاف سے بھر جائے گی۔

اب مَیں دعا کرتا ہوں۔ سب دوست میرے ساتھ اس دعا میں شامل ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو حقیقی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور باقی مسلمانوں کی بھی آنکھیں کھولے تا وہ اپنے اس فرض کو پہچانیں جو ان پر عائد ہوتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ نور جو آج دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمارے ذریعہ سے پھر ظاہر ہو اس میں وہ اپنی غفلتوں اور سستیوں سے روک نہ بنیں بلکہ اس جماعت میں شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کے نور کو پھیلانے میں مدد ہوں تا جلد سے جلد اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہو اور وہ اس دُنیا کی حالت کو بدل دے“۔

(خطبات محمود۔ جلد نمبر 2۔ خطبات عیدالاضحیہ۔ صفحہ 206-216 ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن)

❀❀❀❀❀❀

وقف جدید کے نئے مالی سال 2006ء کا اعلان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 6/جنوری 2006ء کو قادیان دارالامان میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے وقف جدید کے نئے مالی سال کا اعلان فرما دیا ہے۔

امید ہے تمام امراء کرام، مبلغین کرام اور صدر صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق فوری طور پر اپنی جماعتوں سے وعدے لے کر وکالت مال لندن کو پہنچانے کا انتظام فرماویں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

افقِ انگلستان پر احمدیت کی پہلی کرنیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر سب سے پہلے انگریز خوش نصیب جنہوں نے 13 جنوری 1892ء کو بیعت کا شرف حاصل کیا سردار ویٹ خان ولد مسٹر جان ویٹ تھے جو ان دنوں برٹش انڈیا میں ڈسٹرکٹ منصف کرنول تھے اور مدراس کے احاطہ ویٹ فیل میں مقیم تھے (رجسٹر بیعت اولیٰ) چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اس روز حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کو بذریعہ مکتوب اطلاع دی۔

''سردار ویٹ خاں خلف الرشید مسٹر جان ویٹ کو جو ایک جوان تربیت یافتہ قوم انگریز دانشمند مدبر آدمی انگریزی میں صاحب علم آدمی ہیں اور کرنول احاطہ مدراس میں بعہدہ منصفی مقرر ہیں آج بڑی خوشی اور ارادت اور صدقِ دل سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے ہیں ایک باہمت آدمی اور پرہیز گار طبع اور محبِ اسلام ہیں انگریزی میں حدیث اور قرآن شریف کو دیکھا ہوا ہے۔ چونکہ رخصت کم تھی اس لئے آج واپس چلے گئے پھر ارادہ رکھتے ہیں کہ تین ماہ کی رخصت لیکر اس جگہ رہیں اور اپنی بیوی کو ساتھ لے آویں وہ مشورہ دیتے ہیں کہ ہر ایک ملک میں واعظ بھیجنے چاہئیں اور کہتے ہیں کہ ایک مدراس میں واعظ بھیجا جاوے اس کی تنخواہ کے لئے میں ثواب حاصل کروں گا غرض زندہ دل آدمی معلوم ہوتا ہے تمام اعتقاد سن کر آمنّا آمنّا کہا۔ کوئی روک پیدا نہیں ہوئی اور کہا کہ جو لوگ مسلمان اور مولوی کہلا کر آپ کے مخالف ہیں وہ آپ کے مخالف نہیں بلکہ اسلام کے مخالف ہیں۔ اسلام کی سچائی کی خوشبو اس راہ سے آتی ہے۔ الغرض وہ محققانہ طبیعت رکھتے ہیں اور علومِ جدیدہ میں مہارت رکھتے ہیں زیادہ تر خوشی یہ ہے کہ پابند نماز خوب ہے۔ بڑے التزام سے نماز پڑھتا ہے۔ جاتے وقت امام مسجد حافظ کو دو روپیہ دیئے اور اس عاجز کے ملازموں کو پوشیدہ طور پر چند روپے دینے چاہے مگر میرے اشارے پر انہوں نے انکار کر دیا۔ ایک مضبوط جوان، دوہرا بدن کا مشابہ بدن قاضی خواجہ علی کے اور اس سے کچھ زیادہ۔ خداتعالیٰ اس کو استقامت بخشے کرنول احاطہ مدراس میں منصف ہے۔ آنمکرم بھی اس سے خط و کتابت کریں اس کے پتہ کا ٹکٹ بھیجتا ہوں مگر ٹکٹ میں بلور لکھا ہے وہاں سے بدلی ہو گئی ہو گی۔

والسلام خاکسار غلام احمد قادیان ۱۳ جنوری ۱۸۹۲

یہ وعدہ کر کے گئے ہیں کہ ازالہ' و ہام کے بعض مقامات انگریزی میں ترجمہ کر کے بھیج دوں گا۔ ان کو چھپوا کر شائع کر دینا اور ازالہ او ہام کی وہ جلد لے گئے ہیں قیمت دینے پر اصرار کرتے تھے مگر نہیں لی گئی۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۱۱۸۔ ناشر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی طبع اول ۱۸ دسمبر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء قادیان)

پیلاطوس ثانی کرنل ڈگلس ولیم مانٹیگو

خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ تحریر فرماتے ہیں:

''۱۹۳۹ء میں مَیں نے یومِ تبلیغ کی تقریب پر کرنل ڈگلس کو دارالتبلیغ لنڈن میں اجلاس کی صدارت کے لئے مدعو کیا تھا اور مَیں نے اپنی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریریں سنائی تھیں اور انہوں نے مقدمات کے حالات سنائے تھے چالیس سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے باوجود آپ کو واقعات مقدمہ یاد تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شکل کی یاد ان کے دماغ میں تازہ رہتی تھی۔ آپ نے بتایا میں نے مرزا صاحب کی تصویر کاغذ پر کھینچی تھی اور پھر اس کے بعد مجھے آپ کا فوٹو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو بالکل اپنی کھینچی ہوئی تصویر کے مطابق پائی۔ مزید آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر کلارک کی شکل میرے ذہن سے بالکل اتر گئی ہے اور اس میٹنگ کی صدارتی تقریر میں انہوں نے جماعتِ احمدیہ سے متعلق فرمایا:۔

''مجھ سے بار بار سوال کیا گیا ہے کہ احمدیت کا سب سے بڑا مقصد کیا ہے مَیں اس سوال کا یہی جواب دیتا ہوں کہ اسلام میں روحانیت کی روح پھونکنا اور اسلام کو موجودہ زمانہ کی زندگی کے مطابق پیش کرنا ہے۔ مَیں نے جب ۱۸۹۷ء میں بانی جماعتِ احمدیہ کے خلاف مقدمہ کی سماعت کی تھی۔ اس وقت جماعت کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی لیکن آج دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پچاس سال کے عرصہ میں یہ نہایت شاندار کامیابی ہے اور مجھے یقین ہے کہ موجودہ نسل کے نوجوان اس کی طرف زیادہ توجہ دیں گے اور آئندہ پچاس سال کے عرصہ میں جماعت کی تعداد بہت بڑھ جائے گی''۔

(ریویو آف ریلیجنز اردو بابت ماہ ستمبر 1939ء)

کرنل ڈگلس کا ذکر ہماری جماعت میں قیامت تک باقی رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کی منصف مزاجی اور بیدار مغزی اور حق پسندی کے ذکر میں فرماتے ہیں:

''جب تک دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ خداتعالیٰ نے اس کام کے لئے اسی کو چنا''۔

(کشتی نوح صفحہ ۵۴)

چنانچہ کرنل ڈگلس نے اپنے ایک مکتوب میں جو انہوں نے 29 جولائی 1939ء کو میرے نام بذریعہ ڈاک بھیجا یہ لکھا ہے کہ اس مقدمہ کی سماعت امرتسر اور گورداسپور دونوں جگہ ہو سکتی تھی۔ لیکن یہ مقدمہ گورداسپور منتقل کر دیا گیا اور اس کی سماعت بٹالہ میں ہوئی چونکہ شہادت جھوٹی تھی اس لئے مَیں نے مرزا غلام احمد صاحب کو بری کر دیا۔ کرنل ڈگلس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عظیم الشان ریفارمر یعنی مصلح سمجھتے تھے''۔

(دیباچہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۔۱۹ مع حاشیہ)

برطانوی پروفیسر کلیمنٹ ریگ

برطانوی سیاح اور پروفیسر کلیمنٹ ریگ کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ عرصہ تک آسٹریلیا میں علم ہیئت کے محکمہ میں تعلیمی خدمات بجالاتے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اپنے آخری سفر لاہور میں قیام فرما تھے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تحریک پر پروفیسر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور سائنس اور قدیم تاریخ سے متعلق سوالات کے تسلی بخش جوابات سن کر بے حد متاثر ہوئے اور جیسا کہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا بیان ہے آپ بعد میں احمدی مسلمان ہو گئے اور تادمِ واپسی پوری بصیرت سے اسلام پر قائم رہے''۔

(ذکر حبیب صفحہ ۲۲۲ مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ناشر مینجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان دسمبر ۱۹۳۶ء طبع اول)

❀❀❀❀❀❀❀

تہنیت عید

مبارک عید کی خوشیاں جہانِ احمدیت کو
امامِ عصرِ دوراں کو ، غلامانِ خلافت کو
بجیں کنگن ہر آنگن میں نگار زندگی کے
فضا میں زمزمے گونجیں بہارِ زندگی کے
کسی کے لب نہ ترسیں بادۂ امن و محبت کو
مبارک عید کی خوشیاں جہانِ احمدیت کو

اسیرانِ رہ مولیٰ کی آساں مشکلیں ہوں
شہیدوں کے گھروں میں روز افزوں برکتیں ہوں
خدا نازل کرے ہر مضطرب دل پر سکینت کو
مبارک عید کی خوشیاں جہانِ احمدیت کو

سبھی کے جسم وجاں پر بارشیں برسیں سُکھوں کی
کبھی بھولے سے بھی آئے نہ رُت ان پر دُکھوں کی
کرم سے اپنے مولیٰ ٹال دے ہر اک مصیبت کو
مبارک عید کی خوشیاں جہانِ احمدیت کو

مقامِ عشق سے جاتے ہیں رستے جانبِ منزل
مگر اس کے لئے لازم ازل سے ہے گدازِ دل
مناؤ جشن سمجھا ہم نے اس ازلی حقیقت کو
مبارک عید کی خوشیاں جہانِ احمدیت کو

خدائے لم یزل کی حمد کے ہم گیت گائیں
سدا اُس کی رضا کے رنگ سے تن من سجائیں
کہیں قُم اور ہم زندہ کریں اپنی عبادت کو
مبارک عید کی خوشیاں جہانِ احمدیت کو

کسی بھی حال میں بھولیں نہ ہم انعامِ باری کو
سدا دامن میں ہم بھرتے رہیں اس فضل جاری کو
کٹے ہو عمر جتنی ، چومتے پائے خلافت کو
مبارک عید کی خوشیاں جہانِ احمدیت کو
امام عصر دوراں کو ، غلامانِ خلافت کو

(جمیل الرحمٰن۔ ہالینڈ)

بقیہ: دورہ بھارت از صفحہ نمبر 16

کرے۔ مذہب کی وجہ سے کوئی اختلاف آپس میں نہیں ہونا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا: آپ اپنی اس کھلی سوچ کی وجہ سے ہی اسمبلی میں سپیکر منتخب ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لیڈروں کی ضرورت ہے۔

حضور انور نے سپیکر کو شیلڈ پیش کی۔ سپیکر نے بتایا کہ اسمبلی میں ایک نمائش تیار کی جارہی ہے وہ اس شیلڈ کو نمائش میں رکھیں گے۔

بہت اچھے خوشگوار ماحول میں یہ ملاقات پندرہ منٹ تک جاری رہی۔ سپیکر کی طرف سے حضور انور اور وفد کے ممبران کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔ آخر پر سپیکر حضور انور کو گاڑی کے دروازہ تک چھوڑنے آئے۔

قطب مینار کا وزٹ

پروگرام کے مطابق یہاں سے روانہ ہو کر ساڑھے دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ''قطب مینار'' دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ پولیس کی سیکورٹی ٹیم ساتھ تھی حضور انور نے 'قطب مینار' اور 'مسجد قوت الاسلام' کے مختلف حصے دیکھے۔ گائیڈ نے ساتھ ساتھ مختلف تاریخی معلومات بہم پہنچائیں۔ حضور انور خود بھی مختلف امور کے بارہ میں دریافت فرماتے رہے۔

قطب مینار کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہوتا ہے۔ دراصل یہ مسجد ''قوت الاسلام'' کا ایک مینار تھا جس کے سات درجے تھے۔ اب صرف پانچ درجے ہیں۔ چھٹا درجہ اتار کر نیچے رکھ دیا گیا ہے۔ ساتویں کا کوئی پتہ نہیں۔ یہ 238 فٹ اونچا مینار سرخ رنگ کے پتھر سے بنا ہوا ہے۔ ہر درجے میں قرآنی آیات بیلوں کی شکل میں کندہ کی گئی ہیں۔ چھٹا درجہ جو نیچے رکھا ہوا ہے اس کی بلندی 17 فٹ ہے۔ مینار کا گھیرا نیچے سے 150 فٹ ہے اور پانچویں درجے کے اوپر سے 30 فٹ ہے۔ اس میں اوپر جانے کے لئے 278 سیڑھیاں ہیں۔

قطب الدین ایبک نے اسے دہلی کی اسلامی فتح کی یادگار کے طور پر نیز ان میں پانچ وقت اذان کی منادی کرنے کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ اس کی تعمیر 1191ء میں شروع ہوئی اور اس کی تعمیر اس کے جانشین شمس الدین التمش کے زمانہ میں مکمل ہوئی۔

مسجد قوت الاسلام، جس کا یہ مینار ہے دہلی کی پہلی مسجد ہے جو مسلمان حکمرانوں نے تعمیر کی۔ مسجد کے صحن میں لوہے کا ایک ستون ہے جو 7.20 میٹر اونچا ہے۔ یہ لوہے کا ستون 1600 سال قبل کا ہے لیکن اسے ابھی تک زنگ نہیں لگا۔

مسجد قوت الاسلام میں باہر سے داخل ہونے کے لئے بہت بڑے ڈیوڑھی کی شکل کے دروازے ہیں اور دروازوں سے گزرنے والا یہ راستہ، ڈیوڑھی، اتنی بڑی ہے کہ پچاس سے زائد آدمی صرف اس دروزاہ میں ہی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس سے مسجد کی شان وشوکت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنی بڑی اور عظیم الشان مسجد بنائی گئی تھی جو اب کھنڈرات کی شکل میں موجود ہے۔

حضور انور نے مسجد کے دروازے اور دیگر حصے دیکھے اور تصاویر بھی بنائیں۔

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزار پر دعا

قطب مینار کے بعد گیارہ بج کر پینتیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی صاحبؒ 569ھ میں عراق میں اوش کے مقام پر پیدا ہوئے۔ 587ھ میں بغداد سے اجمیر (ہندوستان) آئے۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد دہلی میں مقیم ہوگئے۔

1905ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی کے سفر پر تشریف لے گئے تو دہلی میں اپنے قیام کے دوران اولیاءاللہ کی قبروں پر بھی تشریف لے گئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''ہم بختیار کاکی، نظام الدین اولیاء، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ اصحاب کی قبروں پر جانا چاہتے ہیں۔ دہلی کے یہ لوگ جو سطح زمین کے اوپر ہیں نہ ملاقات کرتے ہیں اور نہ ملاقات کے قابل ہیں۔ اس لئے جو اہل دل لوگ ان میں سے گزر چکے ہیں اور زمین کے اندر مدفون ہیں ان سے ہی ہم ملاقات کرلیں تاکہ بدوں ملاقات واپس نہ جائیں۔ مَیں ان بزرگوں کی کرامت سمجھتا ہوں کہ انہوں نے قسی القلب لوگوں کے درمیان زندگی بسر کی۔ اس شہر میں ہمارے حصہ میں ابھی وہ قبولیت نہیں آئی جو ان لوگوں کو نصیب ہوئی''۔

پھر یکم نومبر 1905ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت بختیار کاکیؒ کے مزار پر دعا کی اور دعا کو لمبا کیا۔ واپس آتے ہوئے راستہ میں حضورؑ نے فرمایا:

''بعض مقامات نزول برکات کے ہوتے ہیں اور یہ بزرگ چونکہ اولیاء اللہ تھے اس واسطے ہم ان کے مزار پر گئے۔ ان کے واسطے بھی ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اپنے واسطے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور دیگر بہت دعائیں کیں۔ لیکن یہ دو چار بزرگوں کے مقامات تھے جو جلد ختم ہوگئے اور دہلی کے لوگ تو سخت دل ہیں۔ یہی خیال تھا کہ واپس آتے ہوئے گاڑی میں بیٹھے ہوئے الہام ہوا: 'دست تو دعائے تو ترحم زخدا'۔''

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کے علاوہ مزار کے باہر بیٹھے لوگوں میں رقم بھی تقسیم فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر دیکھئے کہ آج ٹھیک سو سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دہلی میں قیام کے دوران حضرت بختیار کاکیؒ کی قبر پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور انور نے سو سے زائد کی تعداد میں مزار کے باہر بیٹھے ہوئے فقیروں، ناداروں اور غرباء میں رقم تقسیم فرمائی۔ ہندوستان روانہ ہونے سے قبل اس مزار پر جانے کا کوئی ایسا پروگرام نہ تھا۔ بعد میں جماعت نے چند جگہیں سیر کے لئے تجویز کیں جس میں انہوں نے حضرت بختیار کاکیؒ کے مزار کو بھی شامل کیا اور حضور انور یہاں دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ دعا کرکے واپس آنے کے بعد تک بھی ہرگز اس بات کا علم نہیں تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جو دہلی کا سفر اختیار کیا تھا اور اسی سفر میں بعض اولیاء کی قبروں پر دعا کے لئے تشریف لے گئے تھے وہ سفر 1905ء میں تھا۔ یہ ہرگز حسن اتفاق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر ہے جس کے تحت ٹھیک سو سال بعد ایسا واقعہ ہوا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اس شہر (دہلی) میں ہمارے حصّہ میں ابھی وہ قبولیت نہیں آئی جو ان لوگوں (اولیاء اللہ) کو نصیب ہوئی۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دہلی میں بڑی مستعد اور فعّال جماعت قائم ہے۔ دومنزلہ مسجد بیت الہادی تعمیر ہوچکی ہے۔ ایک وسیع وعریض مشن ہاؤس موجود ہے۔ حکومتی لیول پر جماعت کا تعارف ہے۔ ملکی انتظامیہ نے حضور انور کو سیکورٹی کی سہولیات مہیا کی ہیں اور سیکورٹی کا ایک دستہ ساتھ دیا ہے جو سفر میں ہروقت ساتھ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں جماعت دن بدن ترقی کررہی ہے۔ الحمدللہ۔

قلعہ تغلق آباد کا وزٹ

حضرت بختیار کاکیؒ کی قبر پر دعا کے بعد یہاں سے گیارہ بج کر پچپن منٹ پر قلعہ ''تغلق آباد'' کے وزٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ بارہ بج کر بیس منٹ پر حضور انور ''قلعہ تغلق آباد'' پہنچے۔ یہاں بھی گائیڈ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو قلعہ کے مختلف حصّے دکھائے اور ساتھ ساتھ مختلف جگہوں کا تعارف کرایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی گائیڈ سے بعض امور کے بارہ میں دریافت فرمایا۔

قطب مینار سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر تغلق آباد کا شہر غیاث الدین نے 1321ء اور 1325ء کے درمیان آباد کیا تھا اور اسی کے خاندان کے نام سے موسوم کیا گیا۔ تغلق آباد کے قلعہ کو دس سے پندرہ میٹر اونچی فصیلوں سے گھیرا ہوا ہے جن میں 13 دروازے ہیں۔ ساڑھے چھ میٹر چوڑی دیوار نہایت عمدگی سے تعمیر شدہ ہے اور بے حد مضبوط ہے۔ تغلق آباد اپنی تمام تر بربادیوں کے باوجود دہلی کا سب سے عظیم ترین اور پُر ہیبت قلعہ گردانا جاتا ہے۔ اس کے بلند فصیلوں، دومنزلہ بُرجوں اور عظیم الشان میناروں کے درمیان عظیم محلّات اور شاندار مسجدیں اور بڑے بڑے عظیم ہال واقع تھے۔ زیرزمین ایک مینا بازار بھی تھا جس کی دوکانیں اب تک موجود ہیں۔

حضور انور اس قلعہ کی سب سے بلند جگہ پر تشریف لے گئے اور وہاں سے دہلی شہر کا نظارہ بھی فرمایا اور تصاویر بھی بنائیں۔

اس قلعہ کے وزٹ کے بعد ایک بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ واپس مسجد بیت الہادی دہلی تشریف لے آئے اور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

سوا ایک بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الہادی دہلی تشریف لاکر نماز ظہر وعصر جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

مقبرہ ہمایوں دہلی کا وزٹ

پروگرام کے مطابق تین بج کر بیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بعض مزید مقامات کے وزٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور تین بج کر پچاس منٹ پر ''مقبرہ ہمایوں'' پہنچے۔ مقبرہ ہمایوں دہلی کی ایک نہایت عالیشان عمارت ہے جو بستی نظام الدین کے قریب واقع ہے۔ ہمایوں کا یہ مقبرہ ایک دوہرے چبوترے پر ہے اور نہایت عمدہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ عین وسط کے کمرے میں ہمایوں کی قبر ہے۔ ہمایوں کی بیگم حمیدہ بانو کی قبر بھی اسی مقبرہ میں ہے۔ یہ پورا مقبرہ ایک باغ کے اندر ہے۔ اردگرد بلند فصیل تھی۔ اس مقبرہ میں تیموری خاندان کے متعدد بادشاہ اور شہزادے دفن ہوتے رہے ہیں۔ یہ مقبرہ فن تعمیر کا پہلا نمونہ ہے۔ 1556ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور اس میں بُرج پہلی مرتبہ بنائے گئے۔

اس مقبرہ کا آخری قابل ذکر واقعہ ہے کہ بہادر شاہ ظفر لال قلعہ سے نکل کر اسی میں جا بیٹھا تھا اور یہیں سے اسے گرفتار کرکے قیدی کی حیثیت میں لال قلعہ لے گئے تھے۔

گائیڈ نے اس قلعہ میں حضور انور کو وہ کمرہ بھی دکھایا جہاں بہادر شاہ ظفر کو قید کیا گیا تھا۔ حضور انور نے اس مقبرہ کے مختلف حصے دیکھے اور تصاویر بنائیں۔

ہمایوں کے مقبرہ کے بیرونی حصّہ میں پارک کے اندر عیسیٰ خان نیازی کا مقبرہ ہے جو شیر شاہ سوری کے زمانہ میں تعمیر ہوا۔ حضور انور اس مقبرہ کے بیرونی دروازہ پر تشریف لے گئے اور تصاویر بنائیں۔

مقبرہ کے وزٹ کے بعد حضور انور نے وزیٹر بک میں اپنا نام لکھنے کے بعد لکھا کہ بہت خوبصورتی کے ساتھ اس کو Maintain کیا گیا ہے۔ اور اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ اس مقبرہ کے بیرونی لان میں مقامی جماعت نے چائے کافی وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ یہاں کچھ دیر قیام کے بعد پانچ بج کر چالیس منٹ پر واپس مشن ہاؤس دہلی پہنچے۔

فیملی وانفرادی ملاقاتیں

مشن ہاؤس پہنچے کے بعد پروگرام کے مطابق فیملی اور انفرادی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج سات مختلف صوبوں آندھرا پردیش، یوپی، بنگال، ہریانہ، کیرالہ، تامل ناڈو اور کشمیر سے تعلق رکھنے والی 14 جماعتوں حیدرآباد، علی گڑھ، کانپور، دہلی، کلکتہ، میرٹھ، چنائی، کرنال، رشی نگر، کالی کٹ Jind Baas، ملک پور اور Lone کے دس خاندانوں کے 84 افراد نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا اور تصاویر بھی بنائیں۔

آج کی ملاقات میں لاہور (پاکستان) سے آنے والے دوست بھی شامل تھے۔ آج ملاقات کرنے والوں میں آندھرا پردیش، کیرالہ، تامل ناڈو اور کلکتہ سے آنے والے خاندان ڈیڑھ ہزار کلومیٹر سے لے کر تین ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے پہنچے۔ ہندوستان میں یہ لمبے سفر اتنے آسان نہیں ہیں بلکہ بہت مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضور انور سے ملاقات کرنے والے یہ خاندان کئی دن کا سفر کرکے ملاقات کے لئے پہنچے تھے۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام سوا سات بجے تک جاری رہا۔ ساڑھے سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الہادی، دہلی میں تشریف لاکر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

13؍دسمبر 2005ء بروز منگل:

صبح چھ بج کر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الہادی (دہلی) میں تشریف لاکر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

آگرہ کے لئے روانگی

آج پروگرام کے مطابق دہلی سے آگرہ کے لئے روانگی تھی۔ دہلی سے آگرہ کا فاصلہ...... ہے۔ صبح پونے آٹھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور اجتماعی دعا کروائی۔ اس کے بعد قافلہ آگرہ کے لئے روانہ ہوا۔ آگرہ کا شہر صوبہ اترپردیش (U.P) میں واقع ہے۔ دہلی اور صوبہ اترپردیش کے درمیان صوبہ ہریانہ (Haryana) ہے۔ دہلی سے روانہ ہونے کے بعد جلد ہی موٹروے صوبہ ہریانہ میں داخل ہوگئی۔ 110 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد راستہ میں Hodal کے مقام پر Rajasthan Motel میں قریباً ایک گھنٹہ کے لئے رُکے۔ پروگرام کے مطابق جماعت نے یہاں ناشتہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ یہاں سے دس بج کر پچیس منٹ پر آگرہ کے لئے روانگی ہوئی۔ ایک کلومیٹر کے سفر کے بعد صوبہ اترپردیش کی سرحد آگئی۔

دوران سفر راستہ میں متھرا (Mathura) شہر سے گزرے۔ حضرت کرشن جی علیہ السلام کی پیدائش اسی شہر کی ہے۔ یہاں ان کے نام پر مندر بنے ہوئے ہیں۔ راستہ میں

ایک مقام پر کچھ دیر کے لئے رُکے۔ پھر سفر جاری رہا۔ ایک بج کر پچاس منٹ پر آگرہ پہنچے۔

صوبہ اتر پردیش کی حکومتی انتظامیہ کی طرف سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو VIP پروٹوکول دیا گیا۔ صوبہ اُتر پردیش میں حضور انور یہاں کی گورنمنٹ انتظامیہ کے مہمان تھے۔ آگرہ پہنچنے سے قبل چند کلومیٹر پہلے سکندرہ کا علاقہ آتا ہے جہاں مغلیہ حکمران جلال الدین اکبر کا مقبرہ ہے۔ سکندرہ میں حکومت UP کی تین گاڑیوں نے حضور انور کو Receive کیا۔ پروٹوکول اور سیکورٹی آفیسرز پر مشتمل یہ گاڑیاں حضور انور کے ساتھ رہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو VIP گیسٹ کے طور پر پورا اعزاز دیا گیا۔

تاج محل آگرہ کا وزٹ

تاریخی محل آگرہ سے ایک کلومیٹر پہلے حضور انور کا قافلہ رُکا جہاں پروٹوکول آفیسر نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور یہاں سے ایک VIP سپیشل گاڑی میں حضور انور اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کو تاج محل کی Main Entrance تک لے جایا گیا۔

تاج محل کو Pollution سے بچانے کے لئے اس کے اردگرد ایک کلومیٹر کے علاقہ میں پٹرول اور ڈیزل سے چلنے والی کوئی گاڑی نہیں جاسکتی۔ حکومت نے اس ایریا کے لئے بیٹری سے چلنے والی سپیشل بسیں چلائی ہیں۔ باقی قافلہ اور وفد کے ممبران ان بسوں کے ذریعہ وہاں پہنچے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو ایک ایسی سپیشل گاڑی مہیا کی گئی جو صرف سربراہان مملکت اور دیگر VIP شخصیات کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تاج محل کے مختلف حصے دیکھے اور تصاویر بھی بنائیں۔

آگرہ شہر میں دریائے جمنا کے کنارے یہ مقبرہ (تاج محل) دنیا کی حسین ترین عمارت سمجھا جاتا ہے۔ مغل بادشاہ شاہجہان نے اپنی بیگم ملکہ ممتاز محل کی قبر پر اس کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس کی تعمیر کا آغاز 1631ء میں ہوا اور اس کی تکمیل 1653ء میں ہوئی۔ مسلسل 22 سال تک 20 ہزار مزدور لگاتار کام کرتے رہے۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی وائٹ ماربل (سفید پتھر) کی بلڈنگ ہے۔ اس محل کے چاروں کونوں پر سفید سنگ مرمر کے مینارے ہیں۔ ہر مینارہ باہر کی طرف دو ڈگری جھکا ہوا ہے۔ ایسا اس لئے کیا گیا کہ اگر خدانخواستہ کسی وقت تاج محل کو زلزلہ کا سامنا کرنا پڑے تو یہ مینار محل کی عمارت پر نہ گریں بلکہ باہر کی طرف گریں۔

تاج محل کی چاردیواری کے اندر ایک باغ ہے جو فوّاروں اور سنگ مرمر کی روشوں سے مزیّن ہے۔ عمارت کا عکس ایک مستطیل حوض میں پڑتا ہے اور اس کے تین طرف سرو کے گھنے درخت کھڑے ہیں۔ تاج محل کی عمارت 313 مربع فٹ کے چبوترے پر قائم ہے۔ یہ عمارت دیکھنے میں چاروں طرف سے ایک جیسی لگتی ہے۔ ہر طرف ایک بلند و بالا دروازہ ہے۔

سفید سنگ مرمر کی دیواروں کی بیرونی سطح میں قیمتی پتھر جڑے ہوئے ہیں جن سے قرآنی کتبے، بیل بوٹے اور عربی طرز کے نقوش بنائے گئے ہیں۔ اور اندرونی حسن کو عقیق یمانی، یشب اور رنگدار سنگ مرمر کے استعمال سے دوبالا کیا گیا ہے۔ موت کے بعد شاہجہان کو بھی اسی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت قافلہ کے ساتھ آنے والے وفد کے ممبران کی تصاویر بنائیں اور پھر خود ممبران کے درمیان تشریف لے آئے اور وفد کو تصویر بنوانے کا شرف عطا فرمایا۔

تاج محل کے وزٹ کے بعد Taj View Hotel کے لئے روانگی ہوئی۔ تین بج کر بیس منٹ پر حضور انور ہوٹل پہنچے جہاں جماعت نے دوپہر کے قیام اور کھانے وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔

پونے پانچ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی ہوٹل میں ظہر و عصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ہوٹل کے لاؤنج میں تشریف لے آئے جہاں حضور انور نے سیکورٹی پر متعین پولیس افسران سے گفتگو فرمائی اور انہیں مصافحہ اور تصویر بنوانے کا شرف بخشا۔

دنیا کے مختلف ممالک سے جو ٹورسٹ آگرہ میں تاج محل دیکھنے آتے ہیں وہ اس ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں۔ جرمنی اور بعض دیگر یورپین ممالک کے ٹورسٹ اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضور انور کا مبارک وجود ان کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ یہ لوگ باری باری حضور انور کے قریب آتے اور حضور ان سے گفتگو فرماتے۔ بعضوں نے مصافحہ کا شرف بھی حاصل کیا اور حضور انور کے ساتھ تصویر بھی بنوائی۔

ہوٹل کے سٹاف کے سینئر ممبران نے بھی حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا اور حضور انور کے ساتھ گروپ فوٹو بھی بنوائی۔

جماعت احمدیہ آگرہ کے ممبران مرد و خواتین اور بچے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے اسی ہوٹل میں آگئے۔ سبھی نے حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ احباب نے شرف مصافحہ حاصل کیا اور خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا۔ حضور انور اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کو اس جماعت کی طرف سے پھولوں کے گلدستے پیش کئے گئے۔ حضور انور نے احباب سے ان کا حال دریافت فرمایا۔ احباب جماعت نے تصاویر بنوانے کی سعادت بھی حاصل کی۔

ساڑھے پانچ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی دعا کروائی اور یہاں سے واپس دہلی (Delhi) کے لئے روانگی ہوئی۔ دوران سفر راستہ میں Rajastan Hotel میں کچھ دیر کے لئے رُک کر چائے وغیرہ پی گئی۔ اور ہوٹل کے ایک ہال میں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں۔ پھر یہاں سے دہلی کی طرف سفر جاری رہا۔ رات ساڑھے دس بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احمدیہ مسجد بیت الہادی دہلی پہنچے اور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

14 ردسمبر 2005ء بروز بدھ:

صبح چھ بج کر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الہادی (دہلی) میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

انفرادی و فیملی ملاقاتیں

ساڑھے نو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج ہندوستان کی پانچ جماعتوں دہلی، امروہہ، کشمیر، کیرالہ اور یوپی کے 42 خاندانوں کے 223 افراد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ شعبہ خدمت خلق کے 42 کارکنان اور جماعت دہلی کی انتظامیہ کے 110 کارکنان نے بھی حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہا۔

ملاقاتوں کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الہادی، دہلی میں تشریف لے گئے جہاں کارکنان کا حضور انور کے ساتھ گروپ فوٹو ہوا۔ حضور انور نے بھی کارکنان کو شرف مصافحہ بخشا۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ لجنہ کے حصّہ کی طرف تشریف لے گئے جہاں کارکنات نے حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ تصویر بنوائی۔ اس موقعہ پر بچیوں نے ترنم کے ساتھ کورس کی شکل میں دعائیہ نظمیں پڑھیں۔

پریس کانفرنس

پونے ایک بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لائے جہاں پریس کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس پریس کانفرنس میں میڈیا کے درج ذیل نمائندگان نے شرکت کی۔

1۔ نمائندہ Eenadu TV، 2۔ Chief of Bureau Malayala Mandrama، 3۔ Chief of Bureau The Mathrubhum، 4۔ Chief of Bureau Aajkaal، 5۔ Chief of Bureau Daily Thanthi، 6۔ Chief of Bureau Deccan Herald، 7۔ Sr. Manager Manipal Ties، 8۔ Electronic Media Ennadu Television، 9۔ Agency A N I Print، 10۔ Agency Hindustan ETV، 11۔ Print Agency Samachar-Delhi Dillegnt Media Correspondant-Delhi

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: ہمارا بنیادی مقصد انسان کو اس کے پیدا کرنے والے خدا کے قریب لانا ہے۔ اس کے لئے ہم ساری دنیا میں کوشش کررہے ہیں اور اسی کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ صرف پیغام ہی نہیں بلکہ جماعت احمدیہ عملاً اس پر عمل پیرا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: جب تک بنی نوع انسان سے ہمدردی، خیرخواہی کا تعلق نہ ہو امن قائم نہیں ہوسکتا۔ حضور انور نے فرمایا: مذہب خدا کے قریب کرتا ہے اور لوگوں سے ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے۔ تمام انبیاء اسی غرض سے آئے تھے۔ اس زمانہ میں یہ بات بہت اہم ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کا سلوک کرے۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ بعض مسلمان مذہبی گروپس کی طرف سے دہشتگردی اور ظلم ہوتا ہے۔ یہ بات سراسر اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمان ایسے ہیں۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی تعداد ہے جو ایسے کاموں میں ملوث ہے۔ ہم کو قرآن کریم کی تعلیم دیکھنی ہوگی۔ قرآن اس قسم کی باتوں کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ مذہب کا تعلق انسان کے دل سے ہے۔ جو بھی میرا مذہب ہے مَیں آزاد ہوں کہ اس پر عمل کروں اور اس کا اظہار کروں۔

حضور انور نے فرمایا: اگر آپ کو کہا جائے کہ آپ ہندو نہیں ہیں یا ہندوؤں کے بعض فرقے ہندو نہیں ہیں تو کیا آپ اس کو مان لیں گے اور اپنے مذہب کو چھوڑ دیں گے۔

حضور نے فرمایا: اسی طرح ہم مسلمان ہیں۔ ہم خدا پر، تمام انبیاء پر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ایمان لاتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ہم مسلمان نہیں ہیں تو اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے۔

حضور انور نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری دنوں میں ایک شخص آئے گا جو مذہب کو زندہ کرے گا۔ تمام مذاہب اس شخص کے آنے کا انتظار کررہے تھے۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوچکی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیح و مہدی کی صورت میں تشریف لاچکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح و مہدی کے آنے کے ساتھ نشانات کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ یہ نشانات اس کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے تھے جو سب پورے ہوچکے ہیں۔ ان نشانات میں سے ایک نشان معین تاریخوں میں اور ماہ رمضان میں سورج اور چاند گرہن کا تھا۔ یہ نشان 1894ء میں رمضان کے مہینہ میں پورا ہوا۔ جب سورج اور چاند گہنائے گئے اور دنیا کے بہت سے لوگوں نے اس نشان کو دیکھ کر احمدیت قبول کی۔

حضور انور نے فرمایا: صداقت کے لئے یہ نشانات ہمارے لٹریچر میں موجود ہیں۔ کتاب دعوت الامیر میں بھی بعض نشانات کا ذکر ہے۔ آپ پڑھ سکتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ دوسرے مسلمان بھی نبی کا انتظار کررہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی آئے گا لیکن پرانا مسیح آئے گا۔ پھر مہدی آئے گا اور دونوں مل کر کام کریں گے۔ اور طاقت کے ذریعہ اسلام پھیلائیں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ طاقت کے ذریعہ نہیں بلکہ محبت سے دلوں کو جیت کر اسلام میں داخل کرے گا۔ ہمارا Slogan بھی یہی ہے ’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں‘‘۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ پیشگوئی کے مطابق جس شخص نے آنا ہے اس نے تمام امّت کو ایک ہاتھ پر جمع کرنا ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ ہندوؤں کے بھی بہت سے فرقے ہیں مگر ایک خدا کا تصور پایا جاتا ہے۔ فرمایا: اپنے مذہب کی سچی تعلیم پر عمل کریں اور مذہب کی اصلی تعلیم کی طرف آنا چاہئے۔ حضور انور نے فرمایا کہ مذاہب میں Diversity سب لوگوں نے بنائی ہوئی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہم لگاتار ساری دنیا میں اسلام کا امن کا پیغام پہنچائیں۔ انشاء اللہ ایک دن ہم لوگوں کے دل جیتنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ سکینڈے نیوین ممالک کے وزٹ کے دوران مَیں نے انہیں بتایا تھا کہ ہم انشاء اللہ ایک دن آپ سب لوگوں کے دل جیتنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ خدا جانتا ہے کہ یہ کب ہوگا۔ لیکن انشاء اللہ ہم آپ کے دل جیتنے میں کامیاب ضرور ہوں گے۔

حضور نے فرمایا: 1984ء میں جب جماعت احمدیہ کے خلاف آرڈیننس نافذ ہوا۔ اس وقت جماعت 75 ممالک میں قائم تھی۔ اب 181 ممالک میں جماعت قائم ہوچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی جاری ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ہمدردی اور بھائی چارہ کی تعلیم دیں اور خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی تعلیم دیں اور خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی تعلیم دیں تو دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ کسی مذہب کے بارہ میں کسی قانونی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں۔ مذہب دل کا معاملہ ہے۔ جو قانون بنایا گیا ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ قانون اور دستور کی اغراض سے یہ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ خدا کو نہیں مانتے، کلمہ نہیں پڑھتے، رسول کو نہیں مانتے اس لئے مسلمان نہیں ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: 1984ء میں جو آرڈیننس نافذ

ہوا اس کے مطابق کلمہ نہیں پڑھ سکتے ،نماز نہیں پڑھ سکتے ،سلام نہیں کر سکتے ۔ اس قانون کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ خلیفۂ وقت اس لئے وہاں نہیں جا سکتا کہ اس پر سب کی نظر ہوتی ہے اور اس کو تنگ کرنے کے زیادہ امکانات ہیں۔

حضور نے فرمایا: اس قانون کے ہوتے ہوئے بھی احمدی وہاں رہتے ہیں اور اپنے کام کرتے ہیں۔ قانون وہاں موجود ہے، ملّاں سے ڈرتے ہیں باوجود اس کے کہ گورنمنٹ پیچھے نہ بھی ہو تب بھی ملّاں کا خوف ان پر ہے۔

حضور انور نے واقعہ مونگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں حکومت کے منسٹر آئے ۔ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں انہوں نے شہداء کے ورثاء اور زخمیوں کو رقوم دیں۔ ہمارے ان لوگوں نے کہا کہ ہم یہ رقم نہیں لیتے آپ زلزلہ زدگان کو دے دیں۔ ہم تو انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔ آپ جو چاہیں ظلم کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ مجھ پر بھی قرآن کریم کی ہتک کا الزام لگا کر مجھے جیل میں ڈالا گیا۔ بعد میں جب دیکھا کہ سب غلط ہے اور اس الزام کی کوئی حقیقت نہیں تو چھوڑ دیا۔

حضور نے فرمایا: یہ قانون تو ملّاں کے کہنے پر بنا لیتے ہیں پھر خود مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ بیرونی میڈیا سے بھی ان پر دباؤ ہوتا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ احمدی نمایاں پوسٹوں پر رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ اس قانون کا اثر تو پڑتا ہے کہ فلاں کو پوسٹ نہ دیں، اہم پوسٹیں نہ دیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: ہماری ہائی لیول کی کانفرنسز نہیں ہوتیں۔ جلسہ سالانہ ہوتا ہے یہاں بھی ہو رہا ہے۔ پاکستان میں بھی ہوتا رہا ہے جب تک قانون اجازت دیتا تھا۔

حضور انور نے فرمایا: برطانیہ میں جو جلسہ سالانہ ہوتا ہے وہ UK کی جماعت کا جلسہ سالانہ ہے ،انٹرنیشنل نہیں ہے۔ افریقہ میں بھی جلسہ سالانہ ہوتے ہیں ۔لوگ مختلف ممالک سے آتے ہیں ۔ابھی ماریشس میں جلسہ سالانہ ہوا ہے۔ 14 ممالک سے لوگ آئے تھے۔ اسلامی ممالک میں بھی جماعتیں چھوٹے لیول پر جلسے کرتی ہیں ۔میری موجودگی وہاں نہیں ہوتی کیونکہ قانون اجازت نہیں دیتا۔ جہاں قانون کی روک نہیں وہاں جاتا ہوں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ قادیان کے جلسے کا بنیادی مقصد وہی ہے جو جماعت احمدیہ کا بنیادی مقصد ہے کہ افراد جماعت کی روحانی ترقی ہو۔ ہمارا جلسہ کوئی دنیاوی میلہ نہیں ہے۔ اس جلسہ کے دنیاوی مقاصد نہیں ہیں۔ اس جلسہ میں تربیتی، تعلیمی تقاریر ہوتی ہیں کہ ہم اس طرح خدا کے قریب ہو سکتے ہیں اور اپنے روحانی معیار بلند کر سکتے ہیں۔

اس سوال کے جواب پر کہ پاکستان میں ہر دو ماہ بعد کسی نہ کسی احمدی کو شہید کر دیا جاتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا: خدا کے فضل سے ہم یہ ظلم برداشت کرتے ہیں۔ ایک دن آئے گا انشاء اللہ یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔

ایک نوجوان جرنلسٹ سے حضور انور نے پوچھا، آپ کی عمر کتنی ہے؟ اس نے بتایا 21 سال۔ حضور انور نے فرمایا: آپ اچھے جرنلسٹ ہیں ترقی کرنے والے ہیں۔

یہ پریس کانفرنس ایک بج کر 35 منٹ تک جاری رہی۔ پریس کانفرنس کے بعد نمائندگان نے حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا اور تصاویر بھی بنوائیں۔

ایک بج کر 45 منٹ پر حضور انور نے مسجد بیت الہادی میں تشریف لا کر ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

لال قلعہ دہلی کا وزٹ

پروگرام کے مطابق تین بج کر پینتالیس منٹ پر لال قلعہ دہلی کے وزٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ ساڑھے چار بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لال قلعہ پہنچے۔ پولیس کی سیکورٹی فورس کی گاڑیاں ساتھ تھیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور قافلہ کی گاڑیوں کو سپیشل طور پر مین گیٹ کے اندر قلعہ کے صدر دروازہ کے قریب جانے کی اجازت دی گئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس قلعہ کے مختلف حصے دیکھے جن میں دیوان خاص، دیوان عام، شیش محل اور رنگ محل شامل ہیں۔ حمام والے حصہ میں ٹھنڈے پانی اور گرم پانی کا انتظام دیکھا۔ یہاں سٹیم باتھ کا نظام بھی موجود تھا۔ اور ایک ایسا حوض بھی ہے جہاں گلاب کا خوشبودار پانی آتا تھا۔

دہلی کا لال قلعہ، یہ بے مثال شاہی محل جسے شاہجہان نے بنوایا بظاہر قلعہ نما ہے۔ لال قلعہ اس لئے مشہور ہوا کہ اس کی بیرونی دیواریں اعلیٰ درجہ کے سرخ پتھر کی ہیں ۔اس کی بیرونی دیوار یا فصیل کا پورا دور ڈیڑھ میل سے کم نہیں ہے۔ اس کے تین طرف خندق ہے جو 75 فٹ چوڑی اور 30 فٹ گہری ہے۔ شاہی زمانے میں اس کے اندر پانی بھرا رہتا تھا۔ اس قلعہ کے بڑے دروازے دو ہیں ۔ایک لاہوری دروازہ اور دوسرا دہلی دروازہ۔ قلعے کی مشرقی دیوار دریائے جمنا کے کنارے ہے ۔اب دریائے جمنا قلعہ سے کچھ فاصلہ پر بہتا ہے۔ اس قلعہ کی تعمیر کا آغاز 1639ء میں ہوا اور تکمیل 1648ء میں ہوئی۔

اس قلعہ کے ایک حصہ میں ''موتی مسجد'' بھی ہے۔ یہ مسجد مغل حکمران اورنگ زیب عالمگیر نے 1659ء میں تعمیر کی تھی۔ یہ ساری مسجد سفید سنگ مرمر کی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ مسجد بھی دیکھی ۔حضور انور کے لئے سپیشل طور پر مسجد کا دروازہ کھولا گیا۔ ورنہ عام لوگوں کے لئے یہ دروازہ بند رہتا ہے۔

شام کو ایک پروگرام کے ذریعہ اس شاہی محل کے مختلف حصوں پر مختلف رنگوں کی روشنیاں ڈال کر ساتھ ساتھ آڈیو ریکارڈنگ کے ذریعہ اس قلعہ کی تعمیر 1639ء سے لے کر 1947ء تک کی مکمل تاریخ بتائی گئی۔ اور بادشاہوں اور محلات کی شب و روز کی مصروفیات کا مکمل نقشہ پیش کیا گیا۔ یوں لگتا تھا کہ آنکھوں کے سامنے سب کچھ نظر آ رہا ہے۔ اور کہیں شاہی فرمان جاری کئے جا رہے ہیں، کہیں حملہ آور فوجیں آ رہی ہیں۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آ رہی ہیں، لڑائی اور چیخ و پکار کی آوازیں آ رہی ہیں۔ اس قلعہ کی تین سو سالہ تاریخ پر مشتمل پروگرام جو کہ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کا تھا اس طرح پیش کیا گیا کہ سارے مناظر آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ ان آوازوں کے ذریعہ مغلوں کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری کے مناظر بھی سامنے آئے۔

نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی، غلام قادر، مرہٹوں اور آخر میں انگریزوں نے جی بھر کے ان مغلیہ خزانوں کو لوٹا اور بے شمار تعمیرات کو جو خوبصورتی اور عظمت کا شاہکار تھیں بُری طرح سے برباد کیا۔ تاہم سنگ مرمر کی بارہ دریاں ابھی تک تمام بربادیوں کے باوجود قائم ہیں۔ یہ واحد قلعہ ہے جس میں موجود بعض شاہی تعمیرات مغلیہ سلطنت کی کھوئی ہوئی شان و شوکت کی ایک حد تک جھلک دکھائی دیتی ہے۔

یہ پروگرام دیکھنے کے بعد سات بجے یہاں سے روانہ ہو کر آٹھ بجے شام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد بیت الہادی دہلی پہنچے جہاں حضور انور نے مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

چاند، مُلّاں اور عید

(مقصود احمد علوی، جرمنی)

امسال پھر لندن میں عید الاضحیہ دو مختلف دنوں میں منائی گئی ۔ ایک ملک میں دو عیدیں تو سنتے ہی تھے لیکن ایک شہر میں دو عیدیں ہونا اور ایک لمبے عرصے سے ایسا ہی ہوتے چلے جانا مسلمانوں کے باہم افتراق کا منہ بولتا ثبوت ہے اور کسی مُلّاں کی مجال نہیں کہ اس کا کوئی بھی جواز پیش کر سکے۔ یہ لوگ جس نسبت سے عقل کے دشمن ہیں اُسی نسبت سے سائنس کے بھی ہیں۔ ہٹ دھرمی، ضد اور تعصب پر قومی اتفاق کو قربان کر دینے کی یہ بدترین مثال ہے جس کا نتیجہ جگ ہنسائی اور اسلام کی بدنامی کے سوا کچھ نہیں نکل رہا۔ ہر سال یہی ہوتا ہے۔ کچھ درد مند لوگ اس صورتِ حال پر اظہارِ افسوس بھی کرتے ہیں لیکن اِن ملانوں کے سامنے بے بس ہیں اور کچھ نہیں کر پاتے۔

یہ مُلاں لوگ اس زمانے کی ہر سائنسی ایجاد سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ٹیلیفون، ہینڈی، ٹیلیویژن، عینک، دوربین، خوردبین، ٹیلی سکوپ، لاؤڈ اسپیکر اور دیگر ہر قسم کے آلات اپنے ذاتی اور دنیاوی معاملات میں استعمال کرتے ہیں لیکن حرام ہے اگر تو سائنسی ایجادات اور علوم کی مدد سے یہ جاننا حرام ہے کہ آج چاند طلوع ہوگا یا نہیں۔ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ علمِ فلکیات اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ اس کے ذریعے سورج اور چاند کے طلوع اور غروب کے اوقات منٹوں بلکہ سیکنڈوں تک درست بتائے جا سکتے ہیں اور یہ حتمی اور یقینی ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی علم ہو سکتا ہے کہ ان کو کس دن اور کس وقت گرہن لگے گا اور یہ کس ملک اور علاقے میں دیکھا جا سکے گا۔ بات کوئی اتنی مشکل تو نہیں جو سمجھ میں نہ آ سکے اور یہ مسئلہ کوئی اتنا بڑا تو نہیں جو حل نہ ہو سکتا ہو لیکن معاملہ وہی ہے جو اُوپر بیان ہو چکا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ان ایجادات کا وجود نہ تھا۔ چاند اگر نکلا بھی ہوتا تو بادلوں یا فضا میں کثافت کے باعث وہ دیکھ نہ سکتے تھے۔ اُن کے پاس کوئی اور ذریعہ نہ تھا چاند دیکھنے کا اور اُن کی یہ ایک مجبوری تھی۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مطلع ابر آلود ہو اور یقینی علم نہ ہو سکے کہ چاند طلوع ہوا یا نہیں تو پھر تیس کی گنتی پوری کر لو۔ کس قدر پُر حکمت کلام ہے۔ کوئی ہمیں بتائے کہ اس شک کی صورتِ حال کا اُس زمانے میں اس کے علاوہ اور کیا حل تھا؟ کس قدر نادانی ہے کہ ہم شمسی ماہ و سال اور سورج کے طلوع اور غروب اور اوقات کیلئے تو اس دور کی ایجادات اور علومِ فلکیات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے مطابق نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے اور کھولتے ہیں لیکن عید کا چاند دیکھنے کیلئے یہ حرام ہو جاتی ہیں۔ اُس زمانے میں تو عینکیں بھی نہیں تھیں۔ آج اگر کوئی کمزور نظر والا عینک کی مدد سے چاند دیکھ لے تو شاید مولوی کہے کہ یہ گواہی قابلِ قبول نہیں کیونکہ صحابہ کرام ؓ تو عینکوں کے بغیر دیکھا کرتے تھے۔ لیکن اگر ایسا کہنا حماقت ہے اور یقیناً حماقت ہے تو پھر فضا میں کثافت کی صورت میں چاند دوربین سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ بادلوں کی صورت میں جہاز پر چڑھ کر بادلوں سے اُوپر جا کر بھی دیکھا جا سکتا ہے یا پھر یہ طریق بھی اختیار کیا جا سکتا ہے جو سب سے جدید، آسان اور قطعی اور یقینی ہے کہ فلکیات کے متعلقہ محکمہ سے رابطہ کیا جائے جو سیکنڈوں تک کا حساب بڑی تفصیل سے بتا سکتے ہیں کہ کس دن اور کس وقت سے کس وقت تک کونسے اُفق پر چاند پیدا ہو کر اس حالت میں ہو چکا ہوگا کہ اگر مطلع صاف ہو تو کھلی آنکھ سے نظر آ سکتا ہے۔ اصل بات تو یہ یقین کرنا ہے کہ آج چاند طلوع ہوا ہے یا نہیں۔

رمضان المبارک اور عید الفطر کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان آج بھی اُسی طرح قابلِ عمل ہے جیسا اُس وقت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ماہِ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں۔ یہ قمری مہینہ کبھی اُنتیس دن کا ہوتا ہے تو کبھی تیس کا۔ اب ظاہر ہے جس سال یہ اُنتیس دن کا ہو گا اُس سال مسلمان اُنتیس روزے رکھیں گے نا کہ تیس۔ مطلع کے ابر آلود ہونے یا فضا میں کثافت ہونے کی صورت میں رؤیتِ ہلال میں جو مشکل اُس وقت تھی وہی آج بھی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس زمانے میں اس مشکل کا کوئی حل نہ تھا جبکہ آج موجود ہے۔ اصل روح فرمانِ رسول ﷺ کی یہ ہے کہ جب چاند کھلی آنکھ سے نظر آ جائے تو اگلے دن اگلے مہینے یعنی شوال کی پہلی تاریخ ہونے کی وجہ سے عید منائی جائے لیکن اگر بادلوں کی وجہ سے معاملہ مشکوک ہو تو تیس کی گنتی پوری کر لو کیونکہ جہاں یہ ممکن ہے کہ چاند تو طلوع ہوا ہوا ہے لیکن بادلوں کی وجہ سے نظر نہیں آ رہا وہاں یہ بھی ممکن ہے کہ اُس نے آج طلوع ہی نہ ہونا ہو۔ یہ صرف مشکوک صورت کا حل حضور ﷺ نے بیان فرمایا ہے کیونکہ اُس وقت تو یہ بھی ممکن نہ تھا کہ چند سو کلو میٹر پر اگر کسی کو چاند نظر آ جاتا تو وہ دوسرے شہروں میں بروقت اطلاع دے سکتا۔

اگر تمام مسلمان اس سادہ اور آسان سی بات کو سمجھ جائیں تو تصور تو کریں کہ کس قدر جھگڑے اور اختلافات ختم ہو سکتے ہیں ۔ مثلاً لنڈن میں جہاں دو دو تین تین عیدیں ہوتی ہیں سب مسلمان ایک ہی دن عید منا رہے ہوں تو یہ کیسا اتفاق، وحدتِ قومی اور یگانگت کا نظارہ ہو گا۔ اَے کاش کہ یہ مولوی حضرات اس معاملے کی نزاکت کو سمجھ جائیں۔ ایک بات ضرور ہے اور وہ ٹل نہیں سکتی کہ آج نہیں تو کل ان سب نے بہرحال آنا اِسی طرف ہے۔ ان کی مجبوری ہے کہ انہیں سمجھ ذرا دیر سے آتی ہے۔

ان کے مقابلے میں جب مَیں اپنی جماعت کو دیکھتا ہوں تو جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہوں اور سَر اپنے پروردگار کے حضور شکر کے جذبات سے جھک جاتا ہے جس نے ہمیں مسیح الزمان کو ماننے کی توفیق بخشی اور وہ وحدتِ قومی عطا کی جس کی نظیر پورے کرۂ ارض پر نہیں ملتی۔ پوری دُنیا کے احمدیوں کا ایک ہی قابلِ اطاعت امام ہے جس کے ہاتھ کے ایک اشارے پر یہ اٹھتے ہیں اور بیٹھتے ہیں۔ مضبوط ترین جماعتی نظام ہے جس نے ملک ملک کے احمدیوں کو ایک لڑی میں پرو رکھا ہے۔ ایک ہی مضبوط کڑا ہے جس پر ہر احمدی کا ہاتھ ہے۔ کوئی اختلاف نہیں، کوئی جھگڑا نہیں، نہ مساجد کی اماموں میں، نہ عید ہونے یا نہ ہونے میں اور نہ ہی کسی اور دینی مسئلہ میں۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ رب العالمین۔ ایک اور عجیب بات محسوس کرتا ہوں کہ افرادِ جماعت احمدیہ کی بصیرت اور قلب و نظر میں اس قدر وسعت اور روشنی ہے کہ جس مقام پر دوسرے کئی کئی سال بعد پہنچتے ہیں یہ لوگ پلک جھپکتے ہی وہاں موجود ہوتے ہیں اور یہ حال ان کے ایسے لوگوں کا بھی ہے جن کے پاس بظاہر کوئی ڈگریاں نہیں ہیں۔ میرا دل اس یقین سے پُر ہے کہ یہ سب اُس آسمانی علم کی برکت ہے جو ایک آسمانی آدمی کے ذریعے ان کو میسر ہے اور وہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق دینِ اسلام کی سربلندی اور اسے دیگر تمام ادیان پر غالب کرنے کیلئے بھیجا ہے۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-
http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت چوہدری نعمت اللہ خانصاحب گوہرؓ

ماہنامہ ''انصار اللہ'' فروری 2005ء میں مکرم سلیم احمد خالد صاحب کا مرتب کردہ ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں حضرت چودھری نعمت اللہ خانصاحب گوہرؔ کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں۔

آپ 1880ء میں لدھیانہ کے گاؤں پٹھور کے ایک غریب راجپوت خاندان میں محترم حکیم نتھے خانصاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1896ء میں میٹرک میں 15/روپے ماہوار وظیفہ ملا تو مہندرہ کالج پٹیالہ میں داخلہ لے لیا۔ لیکن کسی غلطی کی وجہ سے امتحان دینے پر پابندی لگا دی گئی تو آپ ریاست پٹیالہ کے محکمہ بندوبست میں بطور سپرنٹنڈنٹ ملازم ہوگئے۔ وہاں کسی نے آپ کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی کتاب ''الہامات مرزا'' مطالعہ کے لئے دی۔ اسی محکمہ میں اُن دنوں حضرت منشی محمد عبداللہ صاحب سنوریؓ اور ان کے فرزند منشی رحمت اللہ صاحب پٹواری کے طور پر کام کرتے تھے۔ انہوں نے جب اپنے سپرنٹنڈنٹ صاحب کو مرزا صاحب کے بارہ میں تحقیق کرتے دیکھا تو ان کو حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کے بارہ میں بتایا اور حضورؑ کی بعض کتب بھی دیں، اخبار الحکم بھی دیا کرتے۔ چونکہ آپ کے دادا محترم حکیم خدا بخش صاحب نے آپ کے ذہن میں ڈالا ہوا تھا کہ مہدیؑ کا ظہور ہونے والا ہے۔ لہٰذا کتب کے مطالعہ سے آپ کو یقین ہوگیا کہ مہدیؑ قادیان میں مبعوث ہوچکے ہیں۔ چنانچہ 1905ء میں آپ حضرت منشی صاحبؓ سے مزید معلومات لے کر اپنی اہلیہ صاحبہ کے ہمراہ قادیان گئے اور بیعت کرلی۔ پھر حضرت اقدسؑ کی صحبت سے اتنے متاثر ہوئے کہ ملازمت چھوڑ کر گاؤں آگئے اور پہلے اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں کو احمدیت کا پیغام پہنچایا اور اُن کی بیعت کروائی۔ پھر بہن، بہنوئی اور دوسرے رشتہ داروں کو پیغام پہنچایا لیکن اُنہوں نے نہ احمدیت کو قبول کیا اور نہ کوئی مخالفت کی۔ ستمبر 1906ء میں آپ نے اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان بھجوادیا۔

جب آپؓ نے ملازمت چھوڑ دی تو زمین سے واجبی سی آمد سے گزارا مشکل ہوگیا چنانچہ آپ چنیوٹ میں مڈل سکول کے استاد کے طور پر دوبارہ ملازم ہوگئے اور یہاں کی جماعت میں بھی خدمت کی توفیق پانے لگے۔ مگر یہاں شہر کے متعصب لوگوں نے مستعفی ہونے پر مجبور کردیا۔ پھر پہلے آپ چک جھمرہ کے پاس ایک گاؤں میں دو شیعہ لڑکوں کو تعلیم دینے کے لئے وہاں چلے گئے۔ لیکن اکتوبر 1907ء میں قادیان آگئے۔

قادیان میں رہائش کے دوران حضرت حکیم نورالدینؓ نے ایک بار فرمایا کہ تم تعلیم میں ترقی کیوں نہیں کرتے۔ آپؓ نے امتحان پر پابندی کا ذکر کیا اور رو پڑے تو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے دعا کروانے کے لئے کہا تاکہ پابندی اٹھالی جائے۔ آپؓ نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے، آپ ہی حضورؑ سے میری طرف سے عرض کردیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ نے حضور علیہ السلام سے دعا کے لئے عرض کردیا۔ چند دن بعد 26 مارچ 1908ء کو حضرت چودھری صاحب نے ''صدائے فقیر'' کے عنوان سے اپنی ایک نظم حضرت اقدسؑ کی موجودگی میں مسجد مبارک میں پڑھ کر سنائی۔ اس نظم کا ایک شعر یہ تھا:

کسی طبیب سے جب اپنا دردِ دل نہ تھما
تو آخرش تیرے دارالشفاء میں آئے ہیں

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب نے سمجھا کہ شاید یہ اُن کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ آپؓ نے کھڑے ہوکر کہہ دیا: ''طبیب کو کیوں بیچ میں لپیٹ لیا، طبیب نے تو عرض کردی ہوئی ہے''۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ بھی مسکرادیئے۔ نظم سننے کے بعد حضورؑ نے مولوی محمد علی صاحب کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ یونیورسٹی کو لکھیں کہ ان کو معاف کردیا جائے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حضور! یہ ناممکن ہے کہ معافی ہوجائے۔ حضور نے فرمایا کہ ''آپ لکھیں تو سہی، جب خدا آسمان پر معاف کرسکتا ہے تو بندے زمین پر کیوں معاف نہیں کریں گے''۔ چنانچہ انہوں نے لکھا اور اگست 1908ء میں پابندی اٹھانے کی اطلاع آگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بھی آپ کے لئے بہت دعا کی تھی تو اُن کو الہام ہوا کہ ''نعمت اللہ گوہر سے کہہ دو کہ B.A. سے اخلاص ہے تو F.A. کا امتحان دیدے''۔

حضرت نعمت اللہ گوہر صاحب اگرچہ J.A.V کا کورس ٹریننگ کالج لاہور سے پاس کرچکے تھے۔ 1916ء میں جب آپؓ بطور ٹیچر مڈل لاہور میں متعین تھے تو ہیڈ ماسٹر خیردین برق صاحب کو تبلیغ کیا کرتے تھے جو عیسائیت کی دلدل میں پھنس چکے تھے (اُن کا بیٹا سیموئل مارٹن برق پاکستان کا سفیر بھی رہا ہے)۔ انہوں نے جب دیکھا کہ آپؓ F.A. کا امتحان ریاضی کے ساتھ بغیر تیاری کے دے رہے ہیں تو کہا کہ اگر آپؓ پاس ہوگئے تو وہ احمدی ہوجائیں گے ورنہ آپؓ کو داڑھی منڈوانی ہوگی۔ چونکہ آپؓ کے لئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی دعائیں تھیں اور الہام بھی تھا چنانچہ آپ سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوگئے۔ تب برق صاحب نے یہ تو کہا کہ ''یار من لیا تیرا مرزا سچا اے''، لیکن احمدی ہونے پر تیار نہ ہوئے۔

کیونکہ آپؓ اکثر تبلیغ کرتے تھے اس لئے بعض متعصب ہندوؤں نے ایک جھوٹا مقدمہ بنا کر آپؓ کی نوکری لاہور میں ختم کرادی۔ پھر آپؓ کو اسلامیہ مڈل سکول پونچھ ریاست کشمیر میں ہیڈ ماسٹری مل گئی اور 120/روپے تنخواہ مقرر ہوئی۔ دو سال وہاں رہے تو 1919ء میں وہاں سے بھی تبلیغ کی وجہ سے نوکری سے جواب مل گیا۔ پھر آپؓ احمدیہ سکول بہلول پور آگئے۔ وہاں سال بھر کے قریب رہے مگر یہ سکول بھی مالی مشکلات کی وجہ سے نہ چل سکا۔ چنانچہ اسلامیہ ہائی سکول لائل پور (فیصل آباد) میں ملازم ہوگئے لیکن یہاں بھی سٹاف کو تبلیغ کرنے کے جرم میں نوکری سے جواب مل گیا۔ پھر آپؓ ایم بی ہائی سکول گوجرہ میں ملازم ہوگئے جہاں 1921ء سے 1926ء تک کام بھی کیا اور تبلیغ بھی۔ کئی افراد نے آپؓ کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ یہیں آپؓ نے B.A. کے امتحان کی تیاری شروع کردی تو وہاں کے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر حشمت خان صاحب نے آپؓ کو انگریزی پڑھانے کی پیشکش کی۔ آپؓ نے جواب دیا کہ میرے متعلق کامیابی کا تو الہاماً بتادیا گیا ہے اس لئے امتحان میں فرشتے میری مدد کریں گے۔ وہ کہنے لگے میں ان باتوں کو نہیں مانتا۔ آپؓ نے کہا کہ آپ کو رزلٹ سے معلوم ہوجائے گا۔

چنانچہ آپؓ نے لاہور جاکر B.A. کا امتحان دیا اور سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوگئے۔ ساتھ ہی SAV (جو بی ٹی کے برابر ہوتا ہے) کا امتحان بھی پاس کرلیا۔

مارچ 1926ء میں شیخ نور الٰہی صاحب انسپکٹر سکولز معائنہ کے لئے آپؓ کے سکول میں آئے۔ وہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے کلاس فیلو تھے اور سلسلہ احمدیہ سے خوب واقف تھے۔ اُن کی آپؓ سے بحث شروع ہوگئی جو رات گئے تک جاری رہی۔ جاتے ہوئے وہ آپؓ کے بارہ میں لکھ گئے کہ آپؓ کو سکول ٹیچر کی بجائے مبلغ ہونا چاہئے۔ ان ریمارکس کے نتیجہ میں آپؓ کو ملازمت سے برخواست کردیا گیا۔

پھر آپؓ ڈیرہ اسماعیل خان میں اسلامیہ ہائی سکول میں بطور سیکنڈ ہیڈ ماسٹر متعین ہوگئے۔ وہاں سے بھی تبدیل کرکے گجرات اسلامیہ ہائی سکول بھجوادیئے گئے یہاں سے بھی تقریباً ایک سال کے بعد فارغ کردیئے گئے تو آپؓ قادیان آگئے۔

کچھ عرصہ کے بعد جب نواب آف جوناگڑھ کے پرائیویٹ سیکرٹری کو اپنے بچوں کے لئے ٹیوٹر کی ضرورت ہوئی تو آپؓ وہاں چلے گئے۔ تنخواہ کے علاوہ کھانا اور رہائش مفت تھی۔ ایک سال وہاں رہے۔ سومنات مندر دیکھا۔ وہ جنگل بھی دیکھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہاں حضرت کرشنؑ سوئے ہوئے تھے کہ کسی نے ہرن سمجھ کر دور سے زہر آلود تیر مارا جس کے اثر سے آپ کا رنگ سانولا ہوگیا تھا۔

جوناگڑھ سے واپسی پر آپؓ جودھ پور میں نواب چوہدری محمد دین صاحب وزیر کے پاس ٹھہرے اور خوب سیر کی۔ پھر دہلی سے ہوتے ہوئے واپس قادیان آگئے۔ اور ضلع ہوشیارپور کے ایک گاؤں میں مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ یہیں آپؓ نے معرکۃ الآرا کتاب ''تحفہ ہندو یورپ''، لکھی جو دسمبر 1928ء میں شائع ہوئی۔ کئی صحافیوں نے کتاب پر ریویو لکھے مگر تعصب کی وجہ سے بے جا اعتراض بھی کئے۔ جس کے جواب اخبار الفضل میں شائع ہوئے۔

علامہ اقبال نے مشورہ دیا کہ ہمارے نیم بیدار ملک میں اس کتاب کو سمجھنے والے لوگ کم ہیں، آپ اس کا ترجمہ انگریزی میں کر کے لنڈن بھجوادیں۔ چنانچہ ترجمہ لنڈن بھجوایا گیا۔ Luzac & Co نے اس کا معاوضہ 300 پاؤنڈ ادا کرنا چاہا مگر آپؓ نے 500 پاؤنڈ کا مطالبہ کیا۔ اسی دوران ملکی فسادات شروع ہوگئے اور وہ مسودہ ضائع ہوگیا۔

ہوشیارپور سے آپؓ کا تبادلہ نور پور ضلع کانگڑہ کے ہائی سکول میں ہوگیا۔ وہاں ہندو ہیڈ ماسٹر کو تبلیغ کے جرم میں آپؓ کا تبادلہ نواب صاحب ممدوٹ (ضلع فیروز پور) کے مڈل سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر ہوگیا۔ نواب قدردان تھے۔ اُن کے ساتھ بہت گہرے روابط ہوگئے۔ متعصب نہ تھے۔ لہٰذا اُن کی وساطت سے دعوت الی اللہ کے مواقع بھی ملتے رہے۔

1935ء میں آپ ڈسٹرکٹ بورڈ کی ملازمت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ پراویڈنٹ کی قلیل رقم ملی جس سے ایک مکان دارالبرکات قادیان میں بنا کر رہائش اختیار کر لی۔ ملازمت کے دوران تمام آمدنی (معمولی رقم گھر کے لئے رکھ کر) چندہ ادا کرتے یا دعوت الی اللہ میں خرچ کرتے۔ آپ اشتہارات اور پمفلٹس کے ذریعہ بھی پیغام حق لوگوں تک پہنچاتے۔

1939ء میں جنگ عظیم دوئم شروع ہوئی تو آپ بطور Civilian Teacher فوج میں بھرتی ہوگئے۔ انگریز افسروں کو اُردو پڑھانا ہوتا تھا۔ 300 روپے ماہوار ماہانہ تنخواہ، راشن اور وردی مفت ملتی تھی۔ جالندھر اور فیروز پور چھاؤنیوں میں رہے۔ 1945ء میں جنگ بند ہوئی تو واپس قادیان آگئے۔

تقسیم ہند کے نتیجہ میں گھربار چھوڑ کر آدھی رات کو نکلنا پڑا۔ کتب خانہ (جو عمر بھر کی کمائی تھی) ضائع ہوگیا۔ پاکستان آکر کچھ عرصہ کھاریاں کے ہائی سکول میں ملازمت کی پھر گجرات میں سسرال والوں نے ریلوے اسٹیشن کے قریب نہایت عمدہ وسیع مکان الاٹ کرادیا تو وہاں آگئے۔ مگر وہاں دل نہ لگا اور لاہور آکر سنت نگر میں دیوسماج ہوسٹل کے ایک تنگ و تاریک کمرہ میں رہنے لگے۔ یہاں سے پنجاب لائبریری کوئی دو فرلانگ پر تھی۔ سارا دن وہاں گزراتے اور اپنی علمی ادبی پیاس بجھاتے رہے۔

آخر 11/جولائی 1955ء کو چند روز بیمار رہ کر انتقال کیا اور سانده کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپؓ نے ساری عمر اعزازی مبلغ کے طور پر گزاری۔ اپنی آمدنی اسی کام میں خرچ کی اور خود نہایت سادہ زندگی گزاری۔ پسماندگان کے لئے کوئی دنیاوی ساز وسامان نہ چھوڑا۔

آپ کی پہلی شادی حضرت رحمت بی بی صاحبہؓ سے ہوئی جنہوں نے ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی تھی۔ آپ عبادت گزار، دعاگو اور کثرت سے سچے خواب دیکھنے والی تھیں۔ وفات 28 دسمبر 1918ء کو ہوئی۔ دوسری اہلیہ سے ایک بیٹے وسیم احمد ہوئے جو پاکستان نیشنل ہاکی ٹیم کے رُکن بھی رہے۔ پھر ایک کالج میں پروفیسر کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 13 Friday January 13 , 2006 Issue No. 02

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاریخی دورۂ بھارت کی مختصر جھلکیاں

دہلی (انڈیا) ائیرپورٹ پر اور احمدیہ مسجد'بیت الہادی' میں حضور انور کا والہانہ استقبال۔ فیملی ملاقاتیں، سپیکر لوک سبھا سے ملاقات، قطب مینار، حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ، قلعہ تغلق آباد، مقبرہ ہمایوں اور تاج محل آگرہ کا وزٹ۔

جب تک بنی نوع انسان سے ہمدردی و خیر خواہی کا تعلق نہ ہو امن قائم نہیں ہوسکتا۔ اس زمانہ میں یہ بہت اہم ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کا سلوک کرے۔ انشاء اللہ ایک دن ہم لوگوں کے دل جیتنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(احمدیہ مسجد'بیت الہادی' میں پریس اور الیکٹرانک میڈیا کے نمائندگان کے ساتھ پریس کانفرنس)

(حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماریشس سے بھارت پہنچنے اور دہلی میں قیام کے دوران مصروفیات کی مختصر جھلکیاں)

(رپورٹ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر)

11؍دسمبر2005ء بروز اتوار:

دہلی (بھارت) میں ورود مسعود

ماریشس کا تیرہ روزہ دورہ مکمل کرنے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 10اور 11؍دسمبر کی درمیانی رات اڑھائی بجے جہاز پر سوار ہوئے۔ قریباً سات گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد ائر ماریشس کی پرواز M744 اپنے وقت مقررہ سے پندرہ منٹ قبل سوا گیارہ بجے دہلی کے ''اندرا گاندھی انٹرنیشنل ائرپورٹ'' پر اتری اور حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قدم پہلی بار ہندوستان کی سرزمین پر پڑے۔

ائرپورٹ پر امیگریشن کاؤنٹر سے قبل ہی مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے حضور انور کا استقبال کیا اور حضور کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ محترمہ نوشین منور صاحبہ اہلیہ مکرم منور خورشید صاحب ڈپٹی کمانڈر ریلوے پروٹیکشن فورس نے حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کا استقبال کیا اور حضرت بیگم صاحبہ کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔

کچھ آگے بڑھنے کے بعد امیگریشن ایریا میں درج ذیل احباب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خوش آمدید کہا۔

1۔ ڈاکٹر احمد شکیل صاحب آئی۔اے۔ایس (M.O.S to Minister of State for Internal Affairs)

2۔ سید خلیل احمد صاحب آئی۔ایس۔اے (District Majestrate Bangal)

3۔ منور خورشید صاحب (Dept.Commandant Railway Protection Force)

4۔ مکرم محمد نسیم خان صاحب۔ ناظر امور عامہ و خارجہ۔

5۔ مکرم سید محمود احمد صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ کلکتہ۔

6۔ مکرم سیٹھ سہیل احمد صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ صوبہ آندھرا پردیش۔

7۔ مکرم شعیب احمد صاحب۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت۔

8۔ مکرم سید عزیز احمد صاحب۔ مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ قادیان۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ائرپورٹ پر VIP کی تمام سہولیات میسر کی گئیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز VIP لاؤنج میں تشریف لے گئے۔

VIP لاؤنج میں ممبر پارلیمنٹ راجیہ سبھا Hon.Ravula Chandra , Sekar Reddy اور Mr.Debakar Reddy, M.L.A نے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ حضور انور نے ان دونوں احباب سے گفتگو فرمائی۔ اور اس دوران چائے بھی نوش فرمائی۔ حضور انور کے VIP لاؤنج میں قیام کے دوران امیگریشن اور سامان کے حصول کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ امیگریشن کی کارروائی کے لئے دو سپیشل ڈیسک صرف قافلہ کے افراد کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔

بارہ بج کر 45 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز VIP لاؤنج سے پولیس افسران کی سیکورٹی میں ائرپورٹ سے باہر تشریف لائے جہاں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ناظران، صوبائی امراء و زونل امراء کرام نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا استقبال کیا اور شرف مصافحہ حاصل کیا۔ مکرمہ صاحبزادی امتہ العلیم صاحبہ، مکرمہ فوزیہ کلیم صاحبہ نے حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

احمدیہ مسجد بیت الہادی (دہلی) میں حضور انور ایدہ اللہ کا ورود مسعود

ائرپورٹ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا قافلہ ''احمدیہ مسجد بیت الہادی'' دہلی کے لئے روانہ ہوا۔ حکومتی انتظامیہ کی طرف سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو پولیس کی مکمل سیکورٹی مہیا کی گئی ہے۔ قافلہ کے آگے پولیس کی دو گاڑیاں تھیں۔ ڈیڑھ بجے دوپہر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احمدیہ مسجد دہلی پہنچے جہاں دہلی اور بعض دوسری جماعتوں سے آئے ہوئے احباب مرد و خواتین اور بچوں بوڑھوں نے حضور انور ایدہ اللہ کا والہانہ استقبال کیا۔ احباب نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ بچوں نے حضور انور اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی خدمت میں پھول پیش کئے۔

دہلی مشن ہاؤس اور مسجد بیت الہادی کو خوبصورت رنگ برنگی جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا گیا تھا اور محرابی دروازہ بھی بنایا گیا تھا۔ اَھْلًا وَّ سَھْلًا وَّ مَرْحَبًا، خوش آمدید اور ''اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْرُ'' اور دیگر دعائیہ کلمات پر مشتمل بینرز مختلف جگہوں پر آویزاں کئے گئے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب احباب کو السلام علیکم کہا اور مشن ہاؤس کے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔

دہلی کا یہ مشن ہاؤس دو منازل پر مشتمل ہے۔ اس میں اوپر کی منزل میں رہائشی حصہ ہے جبکہ نچلی منزل پر دفاتر ہیں۔ یہ مشن ہاؤس ''مسجد بیت الہادی'' کے ساتھ ملحق ہے۔ مسجد کے نچلے ہال میں مرد احباب نماز ادا کرتے ہیں جبکہ اوپر والا حصہ خواتین کے لئے مخصوص ہے۔ جماعت دہلی کی یہ خوبصورت مسجد دہلی کے علاقہ ''تغلق آباد'' میں واقع ہے۔ یہ علاقہ مغلیہ حکمران غیاث الدین تغلق کے نام سے موسوم ہے۔ اسی علاقہ میں غیاث الدین تغلق کا مزار، مقبرہ اور قلعہ ہے۔

دو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الہادی دہلی میں تشریف لا کر ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔ دہلی میں قیام کے دوران حضور انور کی رہائش مشن ہاؤس کے رہائشی حصہ میں ہے۔

فیملی ملاقاتیں

پانچ بجے سہ پہر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج ہندوستان کے آٹھ صوبوں آندھرا پردیش، بہار، ہریانہ، کیرالہ، تامل ناڈو، بنگال، دہلی اور اترپردیش کی 17 جماعتوں Hyderabad، Godavari، Patna، Bangal، Jind، Karunangapalli، Kannur، Kodali، Kolkatta، Chennai، Delhi، Aligarh، Ghazi Abad، Mathura، Sharan، Pur، Kan Pur اور Meeruth کی 18 فیملیز کے 83 افراد نے شرف ملاقات حاصل کیا اور تصاویر بنوانے کی سعادت بھی حاصل کی۔

اس کے علاوہ آسٹریلیا اور دبئی (Dubai) سے آنے والے بعض خاندانوں نے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

ہندوستان کی مختلف جماعتوں اور صوبوں سے آنے والی فیملیز اور خاندان بڑا لمبا سفر طے کر کے اپنے پیارے آقا کے دیدار اور ملاقات کے لئے پہنچے تھے۔ صوبہ بہار سے بارہ صد کلومیٹر، صوبہ آندھرا پردیش سے دو ہزار پانچ صد کلومیٹر، صوبہ تامل ناڈو سے دو ہزار چھ صد کلومیٹر جبکہ صوبہ کیرالہ سے تین ہزار کلومیٹر کا لمبا سفر طے کر کے پہنچے تھے۔ یہ سبھی لوگ اپنے پیارے آقا سے مل کر بے حد خوش تھے۔ انہوں نے اپنی زندگیوں میں پہلی بار حضور انور کو اپنے سامنے دیکھا تھا۔ ان کے چہرے خوشی و مسرت سے معمور تھے۔ اللہ تعالیٰ یہ سعادتیں اور خوش نصیبیاں ان سب کے لئے مبارک فرمائے۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام شام سات بجے تک جاری رہا۔ ملاقاتوں کے بعد حضور انور نے مسجد بیت الہادی دہلی میں تشریف لا کر مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

12؍دسمبر2005ء بروز سوموار:

صبح چھ بج کر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الہادی (دہلی) میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

سپیکر لوک سبھا سے ملاقات

صبح نو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سپیکر لوک سبھا (نیشنل اسمبلی) Hon.Samnath Chatter Jee کی دعوت پر ان سے ملنے سپیکر ہاؤس تشریف لے گئے۔ نو بج کر پچپن منٹ پر حضور انور سپیکر ہاؤس پہنچے جہاں سپیکر نیشنل اسمبلی پہلے سے ہی حضور انور کے منتظر تھے۔ موصوف نے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔ حضور انور نے سپیکر سے گفتگو فرمائی۔ سپیکر نے کہا کہ آپ کا پیغام ''محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں'' یہ ایک یونیورسل پیغام ہے۔ ہم سب کو اختیار کرنا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر لوگ آپ کے پیغام پر عمل بھی کرنا شروع کر دیں تو معاشرہ سے فساد ختم ہو جائے۔

سپیکر نے بتایا کہ اس نے حضورؒ کی کتاب "Islam's Response to contemporary Issues" پڑھی ہوئی ہے۔ بہت اچھی تعلیم ہے۔ اس تعلیم کو پھیلانا چاہئے اور لوگوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ پھر مذہب کے بارہ میں بات ہوئی کہ ہر ایک کا اپنا اپنا عقیدہ ہے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ دوسرے کے مذہب کا احترام

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں